# کرتے ہیں
# خطاب آخر

مفتی شکیل احمد صاحب

۲۲۷۵۵۴
ثاقب بکڈپو دیوبند

Scanned by CamScanner

دارالعلوم دیوبند کی [illegible] عمارت دارالحدیث میں کی گئی چند اہم تقریروں کا مجموعہ

# کرتے ہیں خطاب آخر...

از

بختیار ثاقب

عمر فاروق

عین الحق امینی

ثاقب بک ڈپو دیوبند ۲۴۷۵۵۴

جملہ حقوق محفوظ ہیں


| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | کرتے ہیں خطاب ا |
| تالیف | : | بختیار ثاقب، عمر فاروق، عین ا امینی |
| سن اشاعت اوّل | : | نومبر ۲۰۰۲ء |
| تعداد | : | گیارہ سو (۱۱۰۰) |
| قیمت | : | |
| کمپیوٹر کتابت | : | الفضل کمپیوٹرس امیر منزل نزد چھتہ مسجد متصل افریقی منزل قدیم دیوبند |
| باہتمام | : | نثار احمد |

ناشر

**ثاقب بک ڈپو، دیوبند**

ملنے کا پتہ

**زکریا بک ڈپو، دیوبند ۲۴۷۵۵۴**

فون: ۲۳۲۲۳-۰۱۳۳۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# انتساب

## مشفق والدین کے نام

جن کی دعائیں قدم قدم پر ہمارے ساتھ رہیں
اور جن کی نیک تمنائیں اور خواہشات ہمیں نیک ارادوں پر مہمیز کرتی رہیں۔

☆☆☆

## مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کے نام

جس کی پُرنور آغوش میں ہم نے تعلیم و تربیت پائی
اور جس کے فیضان عشق نے ہمیں جذبۂ دینِ اسلام سے سرشار کیا۔

☆☆☆

## سجاد لائبریری کے نام

جس سے دلی وابستگی نے امنگیں عطا کیں
اور اس کے عظیم الشان پروگراموں نے ہمیں کچھ کہنے
اور لکھنے کے قابل بنادیا۔

**بختیار ثاقب ابن محمد زین الحق**
مقام و پوسٹ چھتون چاندنی چوک
وایا ریام فیکٹری، ضلع در بھنگہ (بہار) ۸۴۷۲۳۷

**عمر فاروق ابن ابوظفر**
مقام و پوسٹ دملہ، وایا کمتول
ضلع مدھوبنی (بہار) ۸۴۷۳۰۴

**عین الحق امینی ابن عبد الحکیم**
مقام گودر گاواں، پوسٹ، رامپور مٹیہانی، تھانہ
مٹیہانی، ضلع بیگوسرائے (بہار) ۸۵۱۱۲۹

Scanned by CamScanner

بدل دیتی ہیں جو دم بھر میں بحرانی فضاؤں کو
جہادِ زندگی میں ایسی تقریریں بھی ہوتی ہیں

کفیل احمد علوی

# فہرست مضامین


| صفحہ | عناوین |
|---|---|
| ٦ | رائے گرامی |
| ۷ | تقریظ |
| ١٠ | حرفِ گفتگو |
| ١٥ | پیغمبر اسلام ﷺ عالم انسانیت کی انقلابی شخصیت |
| ٢٢ | بابری مسجد کا انہدام انڈین مسلمانوں کے نام چیلنج |
| ٢٩ | دارالعلوم دیوبند بحیثیت ام المدارس |
| ٣٦ | وقت کے نئے تقاضے اور ہمارے مسلم حکمراں |
| ٤٣ | مغربی دنیا اسلام کے دروازے پر |
| ٤٩ | حضرت شیخ الہندؒ ایک تاریخ ساز شخصیت |
| ٥٦ | آر ایس ایس کا نظریہ تاریخی پس منظر میں |
| ٦٢ | ...کہ نبی ﷺ کا جاہ وجلال دیدوں |
| ٦٩ | نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو! |
| ۷٥ | آزادی نسواں حقیقت یا فریب |
| ٨٢ | مدارس اسلامیہ حکومت کے شکنجے میں |
| ٨٩ | علمائے بہار خدمات احادیث کے تناظر میں |
| ٩٦ | کفر و اسلام کی معرکہ آرائیاں تاریخ کے آئینے میں |
| ١٠٤ | ہندوستانی مسلمان آزادی سے پہلے - آزادی کے بعد |
| ١١٠ | نظامت |


Scanned by CamScanner

# رائے گرامی

تاجدار فکر و قلم حضرت مولانا کفیل احمد علوی صاحب مدظلہ العالی
ایڈیٹر ''آئینہ دار العلوم'' واستاذ صحافت ومضمون نگاری دار العلوم دیوبند

تقریر وتحریر کی طاقت ایک بڑی طاقت ہوتی ہے اس طاقت کے ذریعہ سماج کو بدلا جاسکتا ہے، ملک میں انقلاب لایا جاسکتا ہے۔ ان فنون میں جس کو بھی ملکہ حاصل ہوجائے سمجھئے کہ اس پر قدرت کا بڑا انعام ہے یہ دونوں فنون اپنی الگ الگ حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک شخص جو تقریر میں تو خاصی مہارت رکھتا ہے اچھی اور مؤثر تقریر کرتا ہے، سامعین پر اثر انداز ہوتا ہے مگر ضروری نہیں کہ وہ اچھا لکھنا بھی جانتا ہو ایسے ہی بہترین ادیب کے لیے ضروری نہیں کہ وہ اچھا مقرر اور خطیب بھی ہو کم ہی خوش نصیب ایسے ہوتے ہیں جنھیں ان دونوں فنون میں پوری دستگاہ حاصل ہوتی ہے ان فنون میں فطری صلاحیتوں کے ساتھ مشق وتمرین کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔

دار العلوم دیوبند میں علاقہ وار طلبہ کی اپنی انجمنیں ہیں ان کے تحت یہ حضرات تقریر وتحریر کی مشق کرتے ہیں اور حسب استعداد کامیابیوں سے ہم کنار ہوتے ہیں۔ یہ سلسلہ یوں تو ایک طویل مدت سے چلا آرہا ہے لیکن بدلتے عالمی حالات کے ساتھ چند سال سے اس میں زیادہ سرگرمی پیدا ہوگئی ہے اور اب ہمارے طلبہ میں اچھے مقرر اور اچھے مضمون نگار پیدا ہورہے ہیں۔

زیر نظر کتاب ایسے ہی چند ہونہار طلبہ کی تقریروں کا حسین مجموعہ ہے جسے قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے، توقع ہے کہ ہمارے طلبہ درسی کتابوں میں ٹھوس استعداد پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی معلومات کو زیادہ سے زیادہ وسیع کرنے اور مذکورہ دونوں فنون میں دسترس حاصل کرنے کی سعی بھی جاری رکھیں گے۔

کفیل احمد علوی

۱۵/شعبان ۱۴۲۳ھ - ۲۲/اکتوبر ۲۰۰۲ء

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# تقریظ

## فخرِ صحافت، آسمان علم وہنر جناب مولانا مفتی اعجاز ارشد صاحب قاسمی
## جرنلسٹ/ٹیکنیکل انفار میشن دار العلوم دیوبند

یہ بیان ہی کا کرشمہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں ''ھو افصح منی '' کی دلیل دے کر حضرت ہارون علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ یہ حضرت حسان بن ثابت کے بیان ہی کا طلسم تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھرے مجمع میں ان کی معاونت حاصل کی، خود پیغمبر انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہی کی یہ سحر طرازی تھی کہ کفار مکہ جیسے پتھر دل موم ہو جایا کرتے تھے۔ زبان وبیان کی ہر زمانہ میں قدر وقیمت رہی ہے، زبان کی طلاقت نے اپنی طاقت کا لوہا ہمیشہ منوایا ہے اور بادِ مخالف کا رخ موڑا ہے۔ خطیب کی ضرورت واہمیت کا احساس ہر قوم کو ہے۔ اس کی قدر وقیمت پر کبھی زوال نہیں آیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہر میدان میں ہمیشہ وہی غالب رہا ہے جس کے پاس طلاقت لسانی رہی ہے۔

خطابت جس قدر اہم فن ہے اسی قدر نازک بھی، زبان سے نکلی ہوئی بات کبھی واپس نہیں آتی خطیب کی زبان پوری روانی کے ساتھ چلتی ہے؛ لیکن وہ اس احساس سے آزاد نہیں ہو سکتا کہ کون سی بات قومی وملی پالیسی سے ہم آہنگ ہے اور کون سی نہیں؟ اس کے بیان سے کسی کے جذبات واحساسات مجروح تو نہیں ہو رہے ہیں؛ خلاف شرع تو کوئی بات نہیں نکل رہی ہے، یا کوئی ایسی زبان تو استعمال نہیں ہو رہی ہے جو سامعین کی سمجھ سے

Scanned by CamScanner

بالاتر یا موقع ومحل کے خلاف ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کے امور کی رعایت کرتے ہوئے تقریر کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لیے طویل مشق، وسیع مطالعہ اور خطابت کی گہری سوجھ بوجھ ہونی چاہیے۔ آج ہمیں یہ تحریر لکھتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ ہمارے عزیز رفقاء مولانا بختیار ثاقب قاسمی، مولانا عمر فاروق قاسمی اور مولانا عین الحق قاسمی۔ جو کہ اپنی تقاریر کی دھوم مادر علمی دار العلوم دیوبند جیسے ادارہ میں مچا چکے ہیں۔ اپنی چند منتخب تقریروں کو کتابی شکل میں لا رہے ہیں۔ اللہ نے ان حضرات کو نہ صرف یہ کہ زبان وبیان کی دولت بے بہا سے نوازا ہے؛ بلکہ انہیں اظہار رائے کے دوسرے اہم ذریعہ ''قلم'' سے بھی مالا مال کیا ہے۔

زبان وقلم پر عبور حاصل کرنے کے لیے جن صلاحیتوں کی ضرورت ہونی چاہیے، ان کا وافر حصہ مؤلفین کتاب کے اندر موجود ہے، میں نے بذات خود حکم کی حیثیت سے متعدد مسابقہ خطابت میں ان لوگوں کی تقریریں سنی ہیں اور ملک بھر کے سینکڑوں شرکائے مسابقہ کے درمیان زبردست مقابلہ آرائی میں انہیں امتیازی نمبرات ملے ہیں۔ دار العلوم کی پُر شکوہ عمارت دار الحدیث میں تقریر کرنا، تقریری شعور میں پختگی کی علامت سمجھی جاتی ہے اور اِن حضرات کو یہ عظیم موقع بارہا میسر آیا ہے، جس سے ان کی صلاحیتوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ان لوگوں کے اندر فن خطابت وصحافت کو جلا بخشنے میں سجاد لائبریری کا اہم رول رہا ہے، جس سے منسلک رہ کر اپنی فنی لیاقت کو آبدار اور خوابدہ صلاحیتوں کو بیدار کیا ہے۔

یوں تو آئے دن تقریری مجموعے منظر عام پر آتے رہتے ہیں۔ لیکن میری نگاہ میں یہ مجموعہ سب سے جدا اس لیے ہے کہ اس کے مؤلفین صرف خطیب ہی نہیں بلکہ بہترین قلم کار بھی ہیں، یہی وجہ ہے کہ تحریر میں کسی بھی جگہ خشکی کا احساس نہیں ہوتا، ہر جگہ اردو زبان کی حلاوت وچاشنی موجود ہے۔ تقریر کے موضوعات بھی عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہیں۔ ہر تقریر میں تاریخی حقائق وواقعات کا انمول ذخیرہ ہے۔ پیش نظر تقریری مجموعہ کو ایک اہم ضرورت کی تکمیل اس وجہ سے قرار دیا جاسکتا ہے کہ اس میں موجودہ وقت کے سلگتے

Scanned by CamScanner

ہوئے موضوع پر شرح وبسط کے ساتھ مواد موجود ہے۔ مدارس اسلامیہ کو درپیش چیلنجز، ہندوستانی مسلمانوں کا مستقبل، موجودہ عالمی منظر نامہ اور مسلم ممالک کے سیاسی رہنما، اسلام اور آزادی نسواں، سیرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، بابری مسجد کی شہادت اور مغربی دنیا میں اسلام کی بڑھتی مقبولیت جیسے اہم موضوعات پر جدید اسلوب میں انوکھا طرز بیان اور پرُکشش لب ولہجہ اختیار کیا گیا ہے۔ ہمیں امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ یہ تقریری مجموعہ طلبہ واساتذہ سمیت امام ومبلغین میں یکساں طور پر مقبول ہوگا۔ ہماری دعائیں اور نیک تمنائیں مؤلفین کے ساتھ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی زبان وقلم میں مزید توانائی عطا فرمائے۔ (آمین)

اعجاز ارشد قاسمی
جرنلسٹ/ٹیکنیکل انفارمیشن، دارالعلوم دیوبند (یوپی)
یکم شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# حرفِ گفتگو

ایشیا کے کسی بھی دینی ادارے کا طالب علم ہو، اس کی سب سے بڑی آرزو اور دیرینہ تمنا یہ ہوتی ہے کہ ازہر ہند دارالعلوم دیوبند اس کی طالب علمانہ زندگی کا منتہائے سفر ہو، جس دن اس کا یہ حسین خواب شرمندۂ تعبیر ہو جاتا ہے اس دن کو وہ اپنے لیے تابناک اور مستقبل میں ترقی کے لیے نقطۂ آغاز تصور کر لیتا ہے، زندگی کے اس تابناک ایام میں جب کبھی اس کے قدم دارالعلوم کی پُرشکوہ عمارت دارالحدیث کے سامنے سے گزرتے ہیں اور اس کی نظریں اس مقدس ہال کے در و دیوار سے ٹکراتی ہیں تو اس طالب علم کے دل و دماغ پر اُس کی عظمت و شوکت کے ایسے نقوش ثبت ہوتے ہیں کہ زندگی بھر کے لیے وہ نقوش نوشتۂ دیوار بن جاتے ہیں۔ اس دوران جب وہ کسی طالب علم کو دارُالحدیث کے اس مقدس ہال میں خطاب کرتے ہوئے پاتا ہے اور جوش و جذبہ سے بھری اور مسحور کرتی ہوئی تقریریں اس کے کانوں سے ٹکراتی ہیں تو اس کے دل میں انگڑائیاں لیتی ہوئیں تمنائیں اور آرزوئیں امنڈ پڑتی ہیں، دل کے سمندر میں مختلف قسم کا ابال اور جذبات کی دنیا میں ایک طوفان بپا ہو جاتا ہے کہ کاش! اس جگہ میں ہوتا اور دارالحدیث کا یہ مقدس ہال میری بھی آواز سے گونجتا۔ وہ اس طالب علم پر رشک کرتے ہوئے بزبان حال یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ دارالحدیث میں تقریر کرنے والے اس خوش نصیب طالب علم کی خوش بختی کا ستارہ کس قدر عروج پر ہے اور اس کی ہمتیں کس قدر جواں ہیں؟ پھر جب فکرِ پیہم اور جہدِ مسلسل کے نتیجے میں اس سننے اور دیکھنے والے طالب علم کی اگر ایک مرتبہ بھی تمنا پوری ہو جاتی ہے اور اسے دارالعلوم دیوبند کی دارالحدیث میں کچھ کہنے اور بولنے کا موقع مل جاتا ہے تو وہ بھی دوسرے طالب علموں کی نظر میں اتنا ہی معزز و مقرب بن جاتا ہے اور ہر طرف سے داد

وتحسین اور مبارک بادی وصول کرتا ہے جتنا کہ وہ دوسرے طالب علم کے بارے میں سوچتا ور سمجھتا تھا۔

اس پس منظر میں ان خوش نصیب طالب علموں کی خوشیوں ومسرت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے جن کو دارالحدیث میں بار بار یہ سعادت نصیب ہوئی ہواور ہزاروں کی تعداد میں طلبہ اور اسٹیج پر موجود اساتذہ نے دادوتحسین سے نوازا ہو۔

جی ہاں! ہمارا سہ نفری قافلہ بھی ان ہی لوگوں میں سے ہے جس کے مسافروں کو ازہر ہند دارالعلوم دیوبند کے معزز طلبہ کے سامنے دارالحدیث کے مقدس ہال میں بارہا کچھ کہنے سننے کا موقع نصیب ہوا۔ الحمدللہ علی ذلک۔

مادرِ علمی کی عظیم لائبریری اور طلبہ بہار، اڑیسہ، جھارکھنڈ ونیپال کی نمائندہ انجمن بزم سجاد کے افتتاحی واختتامی اجلاس میں جب بھی ہمیں تقریر ونظامت کے حوالے نمائندگی کا شرف حاصل ہوا تو ہمیشہ دارالحدیث کی مقدس فضا نے ہمیں خوش آمدید کہا، طلبہ نے نہ صرف تبریک وتحسین اور داد آفریں ماحول میں تقریر ونظامت سماعت فرمائی بلکہ قبولیت کی سند دیتے ہوئے مشق وتمرین کے لیے پچاسوں سے زائد فوٹو کاپیاں بھی ان تقاریر و نظامت کی کرائیں۔

طلبۂ کرام کی ان ہی نوازشوں اور دلچسپیوں کے باعث بعض قریبی دوستوں کی خواہش ہوئی کہ ان تقریروں کو افادۂ عام کی غرض سے منظر عام پر لایا جائے، لیکن ہمت جواب دے گئی۔ پیہم تقاضوں نے کبھی طبیعت کو آمادہ بھی کیا تو اپنی بے بضاعتی آڑے آتی رہی، تاہم اس سلسلے میں جب کچھ بڑوں کا مشورہ سامنے آیا اور دوستوں کی خواہشیں ازسرِ نو مہمیز کرنے لگیں تو ہم تینوں کے دیرینہ تعلقات اور آپسی محبتوں کے امنڈتے ہوئے جذبات اشاعت کی راہ میں حائل تمام دیواروں کو بہالے گئے۔

چار پانچ سال کی رفاقتوں نے ہم تینوں کو ایک دوسرے کے اس قدر قریب کردیا کہ راستے تو الگ الگ ہیں مگر منزلیں سب کی ایک، زاویۂ نگاہ الگ الگ مگر سوچ کا مآل ایک۔

Scanned by CamScanner

چار پانچ سال کی رفاقت و محبت نے ہمیں ایک نئے اور انوکھے انداز میں ایک جگہ جمع ہونے پر آمادہ کیا ہم میں سے ہر ایک نے دوستوں کے اصرار کا تذکرہ اور اپنی خواہشوں کا اظہار کیا کہ کیا اچھا ہوتا کہ ہم تینوں اپنی اپنی تقریروں کو تنقیدی نظر سے دیکھ لیں اور پھر اسے یکجا کر کے شائع کرادیں، تاکہ یہ اشاعت دوستوں کے اصرار کی تکمیل کا حصہ اور ہماری دیرینہ رفاقتوں اور محبتوں کی سند بن جائے۔ چناں چہ آپس مین یہ باتیں ہوئیں اور ہم اپنی اپنی تقریروں کو ٹھیک کرنے میں مصروف ہوگئے اور بالآخر تین مرتبہ کی تصحیح ونظر ثانی کے بعد ۱۴ ارتقریروں اور ایک نظامت کا مجموعہ آپ کے سامنے پیش کررہے ہیں۔ اس مجموعہ میں ایک دو کے علاوہ سب ہی تقریریں وہی ہیں جو مادرِ علمی کی پرُنور درسگاہ دارالحدیث میں حالیہ تین چار برسوں کے افتتاحی واختتامی اجلاسوں میں کی گئی ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ رنگارنگ تقاریر کے اس گلدستہ میں تاریخی وتحقیقی پس منظر میں آپ وہ سب کچھ پائیں گے جس کی عصر حاضر میں سخت ضرورت ہے۔ شرط یہ ہے کہ تقریر پختہ یاد کی جائے اور پھر اپنی فکر واحساس کو اس انداز سے آنچ دی جائے کہ تقریر کا لب ولہجہ سامعین کے دل ودماغ کو گرما اور برما سکے اور فکر ونظر کی دنیا میں آنکھیں کھولنے پر مہمیز کرسکے۔ اس تقریری مجموعہ کے تعلق سے ہم یہ بھی عرض کردیں کہ اس مجموعہ کا نام ''کرتے ہیں خطاب آخر'' رکھا گیا ہے، جو دراصل علامہ اقبال کے ایک شعر کا ایک ٹکڑا ہے پورا شعر اس طرح ہے:ؔ

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر
کرتے ہیں خطاب آخر، اٹھتے ہیں حجاب آخر

اس شعر کا ہر ایک لفظ اس تقریری مجموعہ پر بایں معنی صادق آتا ہے کہ مجموعہ کی تمام ہی تقاریر تاریخی وتحقیقی پس منظر میں لکھی اور کہی گئی ہیں اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر ایک تقریر آپ کو کسی نہ کسی تاریخی واقعہ یا حقائق پر مطلع کرنے گی۔ البتہ ''خطاب'' کی مناسبت کی وجہ سے ہم نے دوسرے مصرعہ کے پہلے ٹکڑا کو کتاب کے نام کے لیے منتخب کرلیا ہے۔

Scanned by CamScanner

کتاب کی اشاعت کے تعلق سے حاصل ہونے والی مسرت کے اس عظیم موقع پر مشفق استاذ مکرم حضرت مولانا کفیل احمد صاحب علوی ایڈیٹر آئینہ دارالعلوم دیوبند، جناب مولانا مفتی اعجاز ارشد صاحب قاسمی جرنلسٹ ٹیکنیکل انفارمیشن دارالعلوم دیوبند اور جناب مولانا مشیر احمد صاحب قاسمی ناظم ردّ عیسائیت کمیٹی دارالعلوم دیوبند کے تہ دل سے شکر گذار ہیں؛ جنھوں نے تقریر و تحریر کی طرف مائل کر کے نہ صرف زبان کی اصلاح اور قلم کی نوک و پلک درست کرائے، بلکہ قدم بہ قدم ہماری رہ نمائی اور حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔ ان کرم فرماؤں نے ہماری تقریروں پر نظر ثانی فرما کر نہ صرف ہمارے شوق و جذبات کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا بلکہ اپنی قیمتی آراء سے نواز کر ہماری اس کتاب کو اہمیت بھی بخشی۔

ہم تشکر کے اس حسین موقع پر اپنے مشفق والدین سمیت بزرگ اساتذہ حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب قاسمی قاضی شریعت و مدرس مدرسہ محمود العلوم دملہ مدھوبنی اور مہتمم مدرسہ ہذا حضرت مولانا ولی الرحمٰن صاحب قاسمی، حضرت مولانا عبدالمعبود صاحب قاسمیؒ سابق صدر مدرس مدرسہ نورالاسلام چھتون، دربھنگہ، مولانا مفتی خالد حسین صاحب نیموی مدرس دارالعلوم امارت شرعیہ پٹنہ کے احسانات سے سبکدوش نہیں ہو سکتے، جنھوں نے نہ صرف ماضی میں ہمارے لیے پڑھنے لکھنے کے حوالے انتھک کوششیں کیں، بلکہ مستقبل میں بھی انھیں ہمارے تعمیری کاموں میں بنیادی حیثیت حاصل ہوگی۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر ہم اس موقع پر اپنے بڑے بھائی جان جناب امتیاز احمد صاحب چھتون دربھنگہ، مولانا محمد فیاض قاسمی مدرس مدرسہ مدینۃ العلوم انڈیہا دربھنگہ اور جناب مولانا زین العابدین قاسمی استاذ مدرسہ ضیاء العلوم بریپورہ بیگوسرائے کو یاد نہ کریں، جنھوں نے مادّی و معنوی ہر طرح سے ہماری دست گیری فرمائی اور بڑے خلوص و محبت کے ساتھ ہمیں سنبھالا اور سنوارا۔ ہم اپنے اس سفر میں اپنے مشفق ماموں جان جناب مولانا مصطفیٰ صاحب مفتاحی پرنسپل مدرسہ حمیدیہ گودنا، چھپرہ (بہار) و جناب قاری محمد علی جوہر صاحب استاذ مدرسہ محمود العلوم خضر پور کلکتہ کو کیسے بھول سکتے ہیں، جن کی نیک تمنائیں اور دعائیں ہمارے ساتھ

Scanned by CamScanner

رہیں۔ بلاشبہ کتاب کو منظر عام پر لانے میں ہمارے بہت سے مخلص اور سچے دوستوں کی مساعی جمیلہ شامل حال رہی ہیں، جن کی ایک لمبی فہرست ہے، ہم اپنے ان تمام دوستوں کے شکر گذار ہیں، جنھوں نے اشاعت کے تعلق سے کسی طرح کی بھی مدد فرمائی۔

آخر میں ہم بلا تکلف عرض کر دیں کہ یہ ادنیٰ سی کوشش وکاوش طالب علمانہ زندگی کے خام ذہنوں کی اپج ہے، جس میں غلطیوں کے در آنے کا امکان ہے، اس لیے اپنے پڑھنے والوں سے درخواست ہے کہ اگر وہ اس مجموعہ میں کسی حقائق کو بیان کرنے میں کوئی غلطی پاتے ہیں تو وہ ضرور مطلع فرمائیں، تاکہ دوسرے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر لی جائے۔

والسلام

نیک تمناؤں کے ساتھ

**بختیار ثاقب**
ریسرچ اسکالر
شیخ الہند اکیڈمی دار العلوم دیوبند

**عمر فاروق**
متعلّم
تکمیل ادب دار العلوم دیوبند

**عین الحق امینی**
متعلّم
دورۂ حدیث شریف دار العلوم دیوبند

۱۷ر شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ - ۲۴ر اکتوبر ۲۰۰۲ء

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم
# عالم انسانیت کی انقلابی شخصیت

ہوں لاکھوں سلام اس آقا پر دل لاکھوں جس نے جوڑ دیے
دنیا کو دیا پیغام سکوں، انسانوں کے رخ موڑ دیے

Scanned by CamScanner

الحمدلله الذی ارسلہ الی الناس ھادیا ونذیرا وداعیا وسراجامنیرا اما بعد: اعوذباللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم. لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفسَكَ عَلٰى آثَارِهِمْ إلخ.

ہوں لاکھوں سلام اس آقا پر، دل لاکھوں جس نے جوڑ دیے
دنیا کو دیا پیغام سکون، انسانوں کے رخ موڑ دیے
اس محسن اعظم نے الیاسؔ، کیا کیا نہ دیا ہے عالم کو
دستور دیا، منشور دیا، کئی راہیں دی کئی موڑ دیے

جناب صدر اور لائق صد احترام سامعین کرام! چھٹی صدی عیسوی میں خالق کائنات کی اس طویل وعریض سرزمین پر ایک ایسی دنیا آباد تھی جہاں ظلم وستم کے آتش فشاں پہاڑوں سے مکروب ومظلوم انسانوں پر وحشت وبربریت کی شعلہ فشانی کا ایک لامتناہی سلسلہ قائم تھا، بہتے چشمے اور تلاطم خیز دریاؤں کی سطح تموج پر درندگی اور بہمیت کی شکار سینکڑوں انسانی کھوپڑیاں تیرتی نظر آرہی تھیں، شراب وکباب کی ایسی ایسی محفلیں قائم تھیں جہاں ڈھول تاشے اور سارنگی کی آوازیں سناٹوں کو چیر کر خاموشی کا منھ نوچ رہی تھیں، چاند کی پُر رونق چاندنی میں عریانیت سے بھرپور حسیناؤں اور خوبصورت دوشیزاؤں کی ہوشربا انگڑائیوں سے پوری مجلسیں بدمست رہا کرتی تھیں، شیرخوار بچیوں اور معصوم دوشیزاؤں کو صرف لڑکی ہونے کی پاداش میں سینکڑوں من مٹی کے نیچے دبا دینا جہالت کی تاریکی میں ڈوبے انسانوں کا شب وروز مشغلہ بن گیا تھا۔ زنا کو ایک سامانِ تفریح سمجھ کر زندگی کا جزو لاینفک شمار کرنا اور عیش وعشرت اور تن آسانی ونفس پروری ہی وہاں کی تہذیب

Scanned by CamScanner

کا اصل عنصر تھا، ڈاکہ زنی کے مالوں کو سینہ پھلا کر کھانا اور یتیموں کی بے بسی پر قہقہے لگانا ایک ایسی چیز تھی، جس میں پورا معاشرہ گھرا ہوا تھا، ظلمت وگمراہی کی انتہا یہ تھی کہ روئے زمین کا سب سے مقدس خطہ ''خانہ کعبہ'' سراپا بت کدہ بنا ہوا تھا، جہاں ہزاروں انسان اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بے حس وحرکت پتھروں کے سامنے سربسجود ہو رہے تھے۔ حالی نے ان کے اخلاقی معیار کا نقشہ اِن لفظوں میں کھینچا ہے۔

چلن ان کے جتنے تھے، سب وحشیانہ
فسادوں میں کٹتا تھا، ان کا زمانہ
ہر ایک لوٹ مار میں تھا یگانہ
نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل وغارت میں، چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں، بے باک جیسے

باغ محمدی کے نوامید غنچو!

جہاں یہ تمام کے تمام اخلاق سوز واقعات رونما ہو رہے تھے وہ کوئی اور زمین نہیں بلکہ وہ عرب کی زمین تھی اور اس کو عملی جامہ پہنانے والے وہ عرب کے خانہ بدوش بدّو تھے، جس کی جہالت کا پوری دنیا میں ڈنکا بج رہا تھا، جہاں ایک طرف اخلاقی زوال کا یہ عالم تھا، وہیں دوسری طرف پورا عالم انسانیت خالق کون ومکان سے اپنا رشتہ توڑ چکا تھا، حتیٰ کہ روئے زمین کا سب سے مقدس خطہ خانہ کعبہ سراپا بت کدہ بنا ہوا تھا، بے وقوفی کی انتہا یہ تھی کہ خود اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتھروں کو اپنا معبود بنا رکھا تھا؛ جب اس سے بھی ان کا دل نہیں بھرا تو کبھی انہوں نے دریاؤں کی موجوں کو خدا سمجھا تو کبھی انھیں پہاڑوں کے جاہ وجلال میں بھگوان نظر آیا، کسی نے شیروں کی درندگی میں خدا کو تلاش کیا تو کسی کو سانپوں کی ڈنکوں میں اللہ خدا نظر آیا، کسی نے آکاش کی وسعت کو معبود کا درجہ عطا کیا تو کسی کو زمین کی تہوں میں خدا نظر آیا، کسی نے چاند کی شفاف روشنی کو بھگوان کا روپ دیا۔ تو کسی کو سورج کی شعاؤں

Scanned by CamScanner

میں خدا نظر آیا، کسی نے گلشن کی کلیوں میں خدا کو تلاش کیا تو کسی کو سیاروں اور ستاروں کی جھرمٹ میں خالق کائنات نظر آیا۔

یہ وہ ظلمت وکفر سے لبریز فضا اور سنگلاخ سرزمین تھی جس کی اصلاح کے لیے سرکار دوعالم ﷺ تشریف لائے، یہ وہ مایوس کن حالات تھے جس میں پیغمبر انقلاب ﷺ عظیم ترین پیغام لے کر اٹھے اور یہ وہ گرما گرم ماحول اور گندی سوسائٹی تھی جس میں سرکار دوعالم ﷺ نے اپنے انقلابی سفر کا آغاز کیا تھا۔ ایسے حالات میں اگر ہم اور آپ ہوتے تو شاید تجرد پسندگی کو ہی اپنی زندگی کا متاع بے بہا سمجھتے اور اس اخلاق سوز تہذیب وتمدن سے کنارہ کش ہو کر صحراؤں اور جنگلات کو اپنی پناہ گاہ بناتے، لیکن قربان جائیے اُس پیغمبر پر جس نے ہلاکت خیز گردابوں سے ٹکرا کر ساری دنیا کے لیے نجات کا راستہ کھولا اور حیوانیت ودرندگی سے نکال کر انسانوں کو انسانی صف میں لا کھڑا کیا۔ آپ نے اپنی جان کی سلامتی کے لیے تہذیب وتمدن سے کنارہ کش ہو کر غاروں اور صحراؤں کو اپنا نشیمن نہیں بنایا بلکہ معاشرہ میں رہ کر معاشرے کی اصلاح کی، آپ ﷺ نے دریاؤں کے ہلاکت خیز گردابوں سے نکل کر ساحل سمندر پر اپنی پناہ گاہ تلاش نہیں کی بلکہ خود گردابوں سے ٹکرا کر انسانیت کی کشتی کو ساحل پر لا کھڑا کیا، آپ ﷺ نے تمدن کی نیا کو طوفانوں میں ہچکولے کھاتے چھوڑ کر اپنی جان بچانے کی فکر نہیں کی بلکہ اس کی پتوار سنبھال کر نہ صرف حیات نو بخشی، بلکہ ساحل مراد کی طرف پہنچا کر ہی دم لیا۔ آپ ﷺ نے ظلمت وکفر کی تیرہ تاریک گھٹاؤں میں بھٹکے ہوئے لوگوں کو بے یارومددگار نہیں چھوڑا بلکہ ان کے اندر ایسا انقلاب برپا کیا کہ اچانک سینکڑوں خداؤں کے ماننے والوں کے علاقے میں کھلبلی مچ گئی اور ہزاروں اصنام پرستوں کے ویران شہر میں کہرام بپا ہو گیا۔

سامعین کرام اور پیغمبر عربی ﷺ کے دیوانو! دنیا میں بے شمار اصلاحی وانقلابی تحریکیں رونما ہوئیں، بڑی بڑی تنظیموں اور نیٹ ورک کا قیام عمل میں آیا، کتنے کتنے لٹریچر اور رسائل منصۂ شہود پر آئے اور کتنے کتنے سخت سے سخت قانون کا نفاذ عمل میں آیا، شیریں

Scanned by CamScanner

بیان خطیب اور آتش فشاں مقرر نمودار ہوئے، فلسفہ طرازوں کا انبوہ اور سحر اللسان ادباء وشعراء کا گروہ پیدا ہوا، رنگارنگ مذاہب کے بانیوں وارا کین کا ظہور ہوا اور بڑے بڑے ماہرین اخلاق بھی منبر پر جلوہ افروز ہوئے مگر تاریخ گواہ ہے کہ دنیا کا کوئی انسان کوئی لٹریچر، کوئی تحریک اور کوئی تنظیم ایسی نہیں ہے جس نے انسانوں کو اوپر سے لے کر نیچے تک؛ دائیں سے لے کر بائیں تک مکمل طور پر بدل ڈالا ہو۔ انقلاب اگر برپا کیا ہے تو صرف محمد عربی ﷺ نے، تغیر پیدا کیا ہے تو صرف آمنہ کے لعل سرور کونین ﷺ نے، نظام بدلا ہے تو صرف عبداللہ کے جگر پارے نے اور مزاج بدلا ہے تو عبدالمطلب کی آنکھوں کے تارے نے۔ کیسا انقلاب، کیسا بدلاؤ، اور کیسا تغیر؟ ارے وہ انقلاب جسے نہ نوح کی شجاعت اور ابراہیم کی دوستی برپا کر سکی، وہ تغیر جسے نہ صالح کی فصاحت اور لوط کی حکمت پیدا کر سکی، وہ بدلاؤ جسے نہ موسیٰ کی سختی اور ایوب کا صبر سامنے لا سکا، وہ انقلاب جسے نہ اسماعیل کی زبان اور اسحاق کی رضا، یونس کی طاعت اور یوشع کا جہاد برپا کر سکا۔ وہ انقلاب اور تغیر جسے نہ دانیال کی محبت، الیاس کا وقار، یحییٰ کی پاک دامنی اور عیسیٰ کا زہد برپا کر سکا۔ پیغمبر انقلاب محمد عربی ﷺ نے، اس معاشرے میں برپا کر دیا، جو صحرائی قذاقوں اور لٹیرے کا مسکن بنا ہوا تھا۔ ارے کون بدلا؟ عمر رضی اللہ عنہ جیسا مئے خوار بدلا، ذوالسجادین جیسا عیش و آرام پسند انسان بدلا، کعب بن مالکؓ جیسا بے خبر انسان بدلا اور مصعب بن عمیر جیسا خوبرو عیاش نوجوان بدلا، غرض یہ کہ خوں ریزی اور وحشت و بربریت جن کا مشغلہ تھا، ڈاکہ زنی صحرانورد دی اور قتل وغارت گری جن کا پیشہ تھا، شراب نوشی، عصمت دری اور قمار بازی جن کا شوق تھا صحبت نبوی نے ان کی زندگی کی دھارا بدل دی۔

نورِ نبوت کے پروانو! سرکار دو عالم ﷺ کی زندگی کا سب سے اہم انقلابی پہلو یہ ہے کہ آپ صرف جسمانی ڈاکٹر بن کر تشریف نہیں لائے، بلکہ روحانی طبیب بن کر آئے۔ آپ نے صرف ظاہری گوشت پوست کو نہیں سنوارا بلکہ لوگوں کے ضمیروں کی صفائی کی، یہی وجہ تو تھی کہ صرف تیئس برس کے اندر لوگوں میں ایسی تبدیلی آئی کہ ظلم و تشدد کے خوگر انسان صلح و

آشتی، ہمدردی وغم گساری، خداپرستی واطاعت گذاری، جاں نثاری اور فداکاری کی ایسی نظیر
بن گئے کہ آج تک اس کی کوئی مثال دنیا پیش نہ کر سکی۔ سوسائٹی میں ایسی تبدیلی پیدا ہوگئی کہ
برسوں کے شرابیوں نے اس طرح توبہ کی کہ ہونٹوں میں لگے ہوئے جام زمین پر پٹخ دیے، زنا
کا بازار گرم کرنے والوں نے اس خبیث عمل سے اس طرح روگردانی کی کہ دنیا کی تمام
عورتیں ماں اور بہن کے درجہ میں اتار لی گئیں، ڈاکو اور لٹیروں نے اپنے پیشے سے ایسا منہ موڑا
کہ ہمیشہ کے لیے ان کی ظالمانہ تلواریں نیام میں چلی گئیں اور بیواؤں، یتیموں، مسکینوں، اور
مسافروں کے لیے وہاں کی سرزمین امن وآشتی کی آماجگاہ بن گئی، ڈھول، تاشے اور رقص
وسرور کے دلدادوں نے اس طرح اجتناب کلی اختیار کی کہ اپنے تمام طبلوں اور سارنگیوں کو
نذر آتش کر دیا، ہزاروں اصنام پرستوں نے توحید کا ایسا جام پیا کہ اس کا خمار زندگی کی آخری
رمق تک باقی رہا۔

سرور کونین ﷺ کی کرشمہ سازی کی بنیاد پر ایسا انقلاب برپا ہوا کہ لوگوں کے دلوں
میں عداوت ونفرت کی جگہ اخوت ومحبت اور ایثار والفت نے لے لی، تہذیب وتمدن اور دنیا
کی سمت بدل گئی، لوگوں کے افکار بدلے، خیالات کے گوشے بدل گئے، زاویۂ نگاہ بدلے
اور فکر کی سمت بدل گئی، خیر وشر کے معیار بدلے اور معیشت ورہن سہن کے اطوار بدل
گئے، حکومت کے دستور اور جنگ وجدال کے طریقے ہی نہیں بلکہ پورا کا پورا انسان اور پوری
کی پوری سوسائٹی بدل گئی اور خوفِ خدا امانت ودیانت کی روح پورے نظام میں جاری
وساری ہوگئی۔

پیغمبر عربی ﷺ کے دیوانو! نبی اکرم ﷺ کی اخلاقی تربیت نے لوگوں کے اندر کیسا
انقلاب برپا کر دیا تھا؟ اس کا اندازہ حضرت ماعز اسلمیؓ اور غامدیہؓ کے اس واقعہ سے لگائیے
جس کو امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے کہ ''حضرت ماعزؓ اسلمی رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف
لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں زنا کا مرتکب ہوا ہوں مجھے پاک کیجیے (میرے اوپر
حد نافذ کیجیے) آپ ﷺ نے ان کو واپس کر دیا، دوسرے دن وہ پھر تشریف لائے اور فرمایا یا

رسول اللہ ﷺ یقیناً میں نے زنا کیا ہے، پھر آپ ﷺ نے لوٹا دیا اور ان کی قوم سے ان کی عقل کی خرابی کے بارے میں دریافت کیا قوم نے کہا کہ ہم صرف اس قدر جانتے ہیں کہ وہ سمجھدار آدمی ہیں۔ پھر حضرت ماعز اسلمیؓ تیسرے دن تشریف لائے پھر آپ ﷺ نے لوٹا دیا پھر چوتھے دن تشریف لائے اور وہی بات عرض کی تو اب آپ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ ان کے بعد حضرت غامدیہؓ تشریف لائیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے زنا کا صدور ہوگیا ہے آپ ﷺ مجھے پاک کردیں، آپ ﷺ نے ان کو بھی لوٹا دیا، دوسرے روز پھر تشریف لائیں اور فرمانے لگیں آپ ﷺ مجھے کیوں واپس کرتے ہیں شاید اسی طرح ماعز اسلمیؓ کو بھی واپس کرتے تھے (اور اپنے زنا کی علامت بتلا کر فرمانے لگیں) ہاں میں حاملہ بھی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو پھر جاؤ اور بچے کی ولادت کے بعد آنا، جب بچہ پیدا ہوگیا تو بچے کو کپڑے میں لپٹا ہوا لے کر آئیں اور کہنے لگیں "یہ میرا بچہ ہے" آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ ابھی دودھ پلاؤ جب کھانے لگے تو لانا، جب بچہ کھانے کے قریب ہوا تو بچہ کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا لے کر آئیں اور کہنے لگیں اے اللہ کے نبی ﷺ لیجیے یہ بچہ کھانے لگا چنانچہ آپ ﷺ نے اس بچہ کو ایک آدمی کے سپرد کیا اور حد قائم کرنے کا حکم فرمایا۔ سینہ تک گڑھا کھودا گیا اور آپ ﷺ کے حکم کے مطابق لوگوں نے پتھر مار مار کر ہلاک کردیا۔

(صحیح مسلم کتاب الحدود، ص: ٦٨)

یہ تھی آپ ﷺ کی تعلیمات کے وہ اثرات کہ خود بخود گناہوں کی سزا لینے کے لیے گنہگار دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہونے لگے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اتنا بڑا انقلابی انسان اس روئے زمین پر کبھی جلوہ گر نہیں ہوا۔ آخر یہی تو وجہ ہے کہ صرف ۲۳ رسال کی قلیل مدت میں انسانی اقدار سے عاری قوم کو اس پیغمبر انقلاب نے اخلاق واقدار کی اس بلندی پر پہنچا دیا جہاں تک کسی اور قوم کی ذہنی رسائی بھی نہیں ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

☆☆☆

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# بابری مسجد کا انہدام

## انڈین مسلمانوں کے نام ایک چیلنج!!

کانپتا ہے دل ترا اندیشۂ طوفان سے کیا
ناخدا تو، بحر تو، کشتی بھی تو، ساحل بھی تو

Scanned by CamScanner

الحمدلله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ النبی الکریم. اما بعد! "وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ فِيهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا أُولٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَّدْخُلُوْهَا اِلَّا خَائِفِيْنَ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ" صدق اللہ العظیم۔

نواجوانو! یہ صدائیں آرہی ہیں آبشاروں سے
چٹانیں چور ہوجائیں جو ہو عزم سفر پیدا
عقابی روح جب پیدا ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں
نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

صدر ذی وقار، مہمانانِ عظام اور چمنستان قاسمی کے نوشگفتہ پھولو! بزم سجاد کے اس تاریخ ساز عظیم الشان اختتامی اجلاس کے موقع پر آج کے سسکتے ماحول، جان بلب فضا، اور معاشرۂ انسانی کی رقت آمیز اور ہوش رُبا جاں کنی کے وقت میں میرا موضوع سخن ہے ''بابری مسجد کا انہدام انڈین مسلمانوں کے نام ایک چیلنج'' اس لیے آج میں کسی سرکش ماحول، باغیانہ فضا، گندی پالیسیاں اور گھٹیا سوچ کی پرواہ کیے بغیر، عدوان وسرکشی، حق تلفی ور ہزنی، ظلم وزیادتی اور اسلام دشمن عناصر کے خلاف حقیقت بیانی سے کام لینا چاہوں گا۔

Scanned by CamScanner

ملت اسلامیہ کے غیور فرزندو!

فرقہ پرست عناصر ۴۵ رسال تک بابری مسجد کی تخریب کاری اور اس میں مورتیاں داخل کر کے اس کے تقدس کی پامالی کرتے رہے، انہدام سے تقریباً چھ سال پہلے ہی سے کھل کر انڈیا کے بزدلوں نے یہ اعلان کرنا شروع کر دیا تھا، کہ ہم بابری مسجد توڑ کر رام مندر بنائیں گے اس طرح سدا تال ٹھوک کر مسلمانوں کے جذبات کو للکارتے رہے کہ مسلمانو! رام مندر بنانے دو، ورنہ ہندوستان میں رہتے ہوئے دو گز زمین کے لیے بھی ترسوگے۔ اس طرح مسلسل ۶ رسال میڈیا کے توسط سے دنیائے اسلام کو چیلنج کرتے رہے کہ ہم بابری مسجد کی اینٹ سے اینٹ بجانے والے ہیں تم سے جو ہو سکے کر لینا - بالآخر وہ دن بھی آ گیا کہ آسمان کی آنکھوں میں خون اتر آیا، زمین بلبلا کر رونے لگی، درخت کے پتے مرجھا گئے گلستاں کے پھول اور کلیوں میں پژمردگی چھا گئی، اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی ترجمان بابری مسجد شہید کر دی گئی۔

بابری مسجد کے رہتے ہوئے جب یہ معاملہ گرم تھا اور فرقہ پرست طاقتیں بابری مسجد کے وجود کو ختم کر ڈالنا چاہتی تھیں، اس وقت بھی یہ قضیہ حکومت ہند اور ان لوگوں کے درمیان تھا، جو نہ قانون کا احترام کرنا چاہتے تھے اور نہ حکومت کا احترام؛ بلکہ صرف اور صرف بابری مسجد کا انہدام چاہتے تھے چناں چہ اپنے اسی گندی سوچ اور منفی فکر کی تکمیل کے لیے ہمیشہ وہ عدالت کی کنڈیاں کھٹکھٹاتے رہے۔

ہندی نژاد مسلمانو!

اگر تمھیں اس ناپاک منصوبے کی تاریخ کا علم نہیں تو ۱۹ر جنوری ۱۸۸۵ء میں دائر کیا گیا مقدمہ نمبر ۲۸۰ کا مطالعہ کرو۔ جسے مہنت رگھوبیر داس نے ایڈیشنل جج کے سامنے فیض آباد کی عدالت میں دائر کیا تھا۔

اگر تمھیں اس کی تفصیل درکار ہے تو ۱۶ر جنوری ۱۹۵۰ء میں دائر کیا گیا مقدمہ نمبر ۲ کا

جائزہ لو جیسے گوپال سنگھ وشارد نے فیض آباد کی دیوانی عدالت میں دائر کیا تھا۔

اگر تمھیں اس سے زیادہ تفصیل کی ضرورت ہے تو ۵ر دسمبر ۱۹۵۰ء میں دائر کیا گیا مقدمہ نمبر ۲۵ کی تفصیل پڑھو جسے مہنت پرم ہنس رام چندر داس نے رام جنم بھومی کے تئیں عدم دلیل کی بنیاد پر مقدمہ واپس لے لیا تھا۔

اگر تم بابری مسجد کے حوالے سے ظالموں کے ظلم کی داستاں چاہتے ہو تو ۱۲ر دسمبر ۱۹۵۹ء میں دائر کیا گیا مقدمہ نمبر ۲۶ر کی سرگذشت پڑھتے چلے جاؤ جسے اجودھیا کے نرموہی اکھاڑہ اور اس کے مشیر کار مہنت نے لکھی تھی۔

اگر تم قفل بندی کے حوالے سے مفصل روداد چاہتے ہو تو ۲۱ر جنوری ۱۹۸۶ء اور ۳۰ر جنوری ۱۹۸۹ء کی روداد پلٹتے چلے جاؤ، اس وقت کے وزیر داخلہ بوٹا سنگھ اور ریاست کے وزیر اعلی نارائن دت تیواری اگر ملوث نظر آئیں گے تو شری راجیو گاندھی بھی اپنے منفی فکر کے ساتھ پیش پیش دکھائی دیں گے۔

اگر تم سنگھ پریوار کی طرف سے کی گئی توہین عدالت کی رپورٹ جاننا چاہتے ہو تو یکم جولائی ۱۹۸۹ء میں دائر کیا گیا مقدمہ نمبر ۲۳۶ کو سامنے رکھو، جس میں پہلی بار اس مقدمے کے ذریعے مسجد کو توڑ کر مندر بنانے کی تاریخ کا قانونی باب کھولا تھا۔

بابری مسجد کی مسماری سے قبل حکومت نے یہ بھی اعلان کیا تھا کہ ہم ۶ر دسمبر کو اجودھیا کے مقام پر کسی پرندے تک کو پر مارنے نہیں دیں گے، مگر دنیا نے دیکھا کہ پرندے تو کیا؟ اقتدار اعلیٰ کے اشارے پر وہاں ظالم درندے بھی پہنچ گئے، اور حکومت تماشائی بنی دیکھتی رہی۔ عدلت کے ایوانوں سے صورت حال کو جوں کا توں رکھنے کا فیصلہ آنے کے باوجود ۶ر دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد شہید کر دی گئی، ایڈوانی اور اس کے اہل کاروں نے اپنی اس حرکت سے نہ صرف یہ کہ سیکولرزم کے اصولوں کی دھجیاں اڑائیں بلکہ ہندوستان کی بے مثال رواداری اور گنگا جمنی تہذیب تک کو فنا کر دیا ہے۔

Scanned by CamScanner

ملت اسلامیہ کے جاں بازجیالو!

بابری مسجد کوشہید کر کے بدبختوں نے اپنی لڑائی کا رخ خدائے قہار وجبار کی طرف کرلیا ہے، شاید انھیں معلوم نہیں کہ رب کائنات کا پچھلی امتوں کے سلسلے میں طریقہ کار یہ رہا ہے کہ جب کوئی قوم خدا کی سرزمین کو فتنہ وفساد سے آلودہ کرنا چاہتی ہے، جب کوئی قوم عداوت وسرکشی میں حد سے تجاوز کرنے لگتی ہے، تو خدائے پاک اسے یک بارگی ہلاک فرمادیا کرتے تھے۔

کسی کو صاعقہ آسمانی سے جلا کر۔

کسی کو آسمان سے انگاروں کی بارش برسا کر۔

کسی کو آسمان وزمین سے چشمے ابال کر۔

کسی کو فضاؤں سے طوفان اور ہواؤں کے تیز وتند جھونکے بھیج کر۔

کسی کی بستی کو آسماں کی بلندیوں سے نیچے گرا کر۔

اور کسی کو بندروخنزیر بنا کر نیست ونابود فرمادیا کرتے تھے مگراس امت کے حق میں خدائے عزوجل کا فیصلہ کچھ مختلف ہے، لیکن قہرالٰہی جب متوجہ ہوتا ہے، اور خدائی غیظ وغضب جوش میں آتا ہے، فتنہ سرابھارنے لگتا ہے، نافرمانی عام ہوجاتی ہے، انسانی خونریزی وسفاکی پر درندے شرمانے لگتے ہیں، تو وہ اپنے باغیوں اور نافرمانوں سے انتقام لینا شروع کردیتا ہے اس کی حیرت ناک مثال دنیا نے دیکھا کہ رب ذوالجلال نے کہیں زلزلے اور طاعون کے ذریعے انتقام لیا، تو کہیں چیچک کی وبا پھیلا کرنافرمانوں کو مبتلائے عذاب کردیا۔

شمع محمدی کے پروانو!

تم ہی ایثاروقربانی اور عزم وحوصلہ کے پیکر ہو، حق گو وحق شناس تم ہی تھے جس نے قیصروکسریٰ کے محل پرلرزہ طاری کیا تھا، تم ہی وہ طاقت اور ایٹم بم ہو جس نے ایران وروم

جیسی طاقتور سلطنتوں کی دھجیاں بکھیری تھی، تم ہی وہ انقلابی ذہن انسان ہو، جس نے صدیقؓ کی قیادت میں ارتداد کے طوفان سے ٹکر لی تھی، تم ہی تو تھے جس نے بڑی بڑی سلطنتوں کو زیر نگیں کر لیا تھا، تم ہی ہو جس نے درندہ صفت تاتاریوں کو اسلام کی آغوش میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا تھا۔ اور بالآخر جس کے تقدس میں یہ شعر کہنا پڑا:۔

ہے عیاں یورشِ تاتار کے فسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

مسلمانو! تم اپنی روشن تاریخ کے اوراق تو دیکھو کہ مخالف تمہاری آمد سے کس قدر لرز جایا کرتا تھا، کیا تمھیں سعد ابن وقاص کا دریا میں بے خوف وخطر گھوڑے ڈالنے کا واقعہ یاد نہیں، جسے دیکھ کر ایرانی دشمن ''فارجعوا علی اعقابکم '' کی صدائیں بلند کرنے لگے تھے، کیا تمھیں وہ دن یاد نہیں جب کہ روم کا بادشاہ ناقور، ہارون رشید کے دربار میں جزیہ دینے آیا کرتا تھا، کیا تم وہ دن بھول گئے جب رستم جیسا بہادرِ وقت بھی مسلمانوں کے سامنے سلاموں کے گلدستے پیش کیا کرتا تھا، کیا تمھیں وہ زمانہ یاد نہیں جب کہ خیبر کی زمین سے فاروق اعظمؓ نے ''أخرجوا الیهود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب '' کا نعرہ بلند کیا تھا، افغانستان کی فتح یابی کے لیے ہنستا کھیلتا جان دینے والا کمانڈر رشید کون تھا، اپنے سینے میں گولی پیوست کرنے والے مولوی شبیر کون تھے، یہ تمھارے ہی اسلاف ہیں جن کے نشان قدم کو مشعل راہ سمجھنا وقت کی اہم ضرورت ہے، بالخصوص ایسے وقت میں جب کہ گجرات اور احمد آباد کی سرزمین تمھارے ہی ماں بہنوں اور چھوٹے چھوٹے معصوم بچے بچیوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی ہو، ماؤں اور بہنوں کی عزت وآبرو کو نیلام کیا گیا ہو، فیکٹریوں، دکانوں اور کارخانوں مکانوں کو جلا کر بے نام ونشان کر دیا گیا ہو، ایسے نازک موڑ پر بھی تم نے اتحاد کا دامن نہیں تھاما، اور تم فروعی اختلافات کو مٹا کر کلمہ واحدہ کی بنیاد پر اتحاد و یک جہتی کا ثبوت پیش نہ کر سکے، تو شاید تاریخ پھر کوئی دوسرا موقع نہ دے، ابھی وقت

ہے بیدار ہونے کا! تو ہمیں چاہیئے کہ ہم بیدار ہو جائیں۔ ابھی وقت ہے سعی پیہم کا! تو ہمیں چاہیۓ کہ اٹھیں اور روشن مستقبل کی تعمیر کے لئے ابھی سے ہم مصروف عمل ہو جائیں اس کے لیے اوّلاً جذبات سے بالاتر ہو کر باطل کے خلاف حکمت عملی اپنانے کی ضرورت ہے، مسلم قائدین سر جوڑ کر بیٹھیں، اور کوئی ایسا لائحہ عمل تیار کریں کہ مسلمانوں کی سیاسی، سماجی، تعلیمی، معاشی واقتصادی اور تہذیبی وثقافتی پیچیدگیاں حل ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی بے وقعتی بھی دور ہو جائے اور ان کے اندر سے ایک ایسی مضبوط و مستحکم قیادت کا ظہور ہو کہ کوئی اُن کو سیاست کا پٹا ہوا مہرہ سمجھ کر نظر انداز کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

وماتوفیقی الا باللہ

☆☆☆

# دارالعلوم دیوبند

## بحیثیت ام المدارس

اس بزمِ جنوں کے دیوانے ہر راہ سے پہنچے یزداں تک
ہیں عام ہمارے افسانے، دیوارِ چمن سے زنداں تک

Scanned by CamScanner

الحمدلله وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد: فقد قال النبی ﷺ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ اَوْکَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلاۃُ وَالسَّلَامُ۔

عالی مقام جناب صدر محترم، حضرات اساتذہ اور معزز سامعین کرام! ازل سے قدرت کا یہ دستور رہا ہے کہ جب صداقت وامانت کا درخت مرجھانے لگتا ہے اور ظلم واستبداد کی آندھیاں امن وآشتی کو خس وخاشاک کی طرح اڑا لے جاتی ہیں تو ایسے موقع پر دم توڑتی ہوئی انسانیت کی بقاء کے لیے ایک ایسا انقلاب رونما ہوتا ہے جس سے سحاب ظلمت وتاریکی چھٹ جاتے ہیں، چنانچہ ۱۸۵۷ء کی جنگ ناکامی کے بعد میں جب ہندی مسلمانوں کی دینی دلی زندگی کے اضمحلال کا آغاز ہوگیا۔

جب ہندوستان میں مسلمانوں کا سات سوسالہ حاکمانہ اقتدار عالم نزع میں آکر دم توڑ دیا۔

جب ایسٹ انڈیا کمپنی کی مٹھی بھر فوج نے سارے ہندوستان میں زلزلہ برپا کردیا۔

جب اسلامی مدارس سے ایمان ویقین کی ضیا پاشی بند ہوچکی۔

جب اسلام دشمن تحریکیں عیسائیت، شیعیت اور ہندومت ڈرے سہمے مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھانس لینے کی منظم کوشش کررہی تھیں۔

جب بظاہر ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ وبقاء کی کوئی راہ نظر نہیں آرہی تھی۔

جب اسلامی تعلیمات کے تحفظ وبقاء، کتاب وسنت کی ترویج واشاعت اور مسلمانوں کو اپنے دین پر جمائے رکھنے کا مسئلہ بڑا اہم اور سنگین ہوگیا تھا۔

Scanned by CamScanner

ایسے نازک موڑ پر اکابر دارالعلوم دیوبند ادیان باطل کے مقابلہ میں سینہ تان کر کھڑے ہو گئے اور حریف کے سارے حملوں کا جواب دے کران کو شکست کی ذات سے دو چار کیا، اپنی بے پناہ علمی صلاحیتوں اور اپنے بہادرانہ عزم وحوصلے، اپنی خلوص وللہیت اورشرافت جیسی ملکوتی صفات کے ذریعہ اسلام کے خلاف ہونے والی ہر سازش کو ناکام بنایا اور اپنی حیات مستعار کی ہر حرکت وسکون سے اسلامی زندگی کا صحیح عملی نمونہ پیش کیا اور ۱۸۶۶ء میں دارالعلوم دیوبند کی صورت میں ایک منارۂ نور قائم کر کے صحیح اسلامی فکر کی حفاظت کا انتظام فرمایا۔

دارالعلوم دیوبند کا قیام ایک تحریک بن گیا اور ہمدردان قوم کے سامنے مسلمانوں کی ملی زندگی کی بقاء کے لیے ایک نئی راہ منکشف ہوگئی، چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے قیام کے چھ ماہ بعد مدرسہ مظاہرالعلوم قائم ہوا پھر مدرسہ تھانہ بھون، مدرسہ اسلامی میرٹھ، مدرسہ اسلامی گلاؤٹھی، مدرسہ اسلامیہ داناپور، مدرسہ شاہی مرادآباد، جامعہ مفتاح العلوم مئو، مدرسہ امدادیہ دربھنگہ غرضیکہ دینی مدارس کے قیام کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا جو آج تک جاری ہے۔ یہی نہیں بلکہ ہر ایک مدرسہ کے ذمہ داروں نے دارالعلوم دیوبند کو اپنا مرکز تسلیم کیا اور اپنے مدرسوں کی نگرانی دارالعلوم دیوبند کے سپرد کی اور دارالعلوم دیوبند کو ام المدارس کہنے اور ماننے پر فخر سمجھا۔

آخرایشیا کے تمام مدارس ومکاتب نے دارالعلوم دیو۔بند سے الحاق کیوں پسند کیا؟

آخراسے ام المدارس کے لقب سے کیوں نوازا گیا؟

آخرایشیا میں اس کی مرکزیت کیوں مسلم ہوئی؟ دارالعلوم نے ایسا کون سا کارنامہ انجام دیا جس کی بناء پر اسے ازہر ایشا کہا جارہا ہے۔

ان تمام سوالوں کا جواب یہ ہے کہ دارالعلوم نے دنیا کو ایسی عظیم شخصیتیں عطا کی ہیں، جنھوں نے دنیا کے گوشے گوشے میں علم صحیح کی روشنی پہنچائی، اور دین اسلام کی تبلیغ

Scanned by CamScanner

واشاعت میں تن من دھن کی بازی لگادی۔

علامہ بنوریؒ نے ایک موقعہ پر فرمایا کہ بعض مدارس وہ ہیں جن کی بنیاد فضلاء دارالعلوم دیوبند نے رکھی اور بعض ایسے ہیں جن کو فضلاء دارالعلوم اپنے مبارک ہاتھوں تدریس واہتمام کی شکل میں چلا رہے ہیں، بعض ایسے ہیں جن کا دارالعلوم سے امتحانی رشتہ ہے، بہر حال یہ جامعہ دارالعلوم دیوبند ان تمام دینی مدارس کے لیے ام المدارس ہے جو سرزمین ہند کو منور کررہے ہیں۔

میرے دوستو!

اگر آج دارالعلوم کے ذریعہ علمی تنظیم اور فکری اتحاد مفید اور مؤثر ثابت ہورہی ہے۔

اگر آج ہندوستانی مسلمانوں کی شیرازہ بندی ہورہی ہے۔

اگر آج دارالعلوم دیوبند ایک تعلیم گاہ کے بجائے ام المدارس کی حیثیت رکھتا ہے۔

تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کسی گروہ یا فرقہ کا نام نہیں نہ یہ کوئی سیاسی جماعت ہے نہ ہی کوئی ایسا گروہ جو حق وناحق میں ایک دوسرے کا ساتھ دینے کے لیے قائم کیا گیا ہو اور نہ بحث ومناظرہ کی ٹیم ہے جو صرف خاص فرقے کی تردید کے لیے قائم کی گئی ہو بلکہ دارالعلوم دیوبند قرآن وسنت کی اس تعبیر کا نام ہے جو صحابہ کرام، تابعین عظام اور اسلاف امت کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے یہ اس علم صحیح کا نام جسے بزرگان دین نے پیٹ پر پتھر باندھ کر ہم تک پہنچایا ہے یہ سیرت وکردار کی اس خوشبو کا نام ہے جو صحابہ وتابعین کرام کی سیرتوں سے پھوٹی ہے، یہ اس عہد وعمل کا نام ہے جس کا سہرا بدر واحد کے میدانوں تک پہنچتا ہے یہ اخلاص وللّٰہیت، تواضع وسادگی، تقوی وطہارت اور حق گوئی وبے باکی کا نام ہے، جو تاریخ اسلام کے ہر دور میں علماء حق کا طرۂ امتیاز رہی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اہل السنّت والجماعت کا ایک جامع اور مکمل اڈیشن ہے جس میں اہل سنت والجماعت کی ساری شاخیں اپنی اصل سے جڑی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔

Scanned by CamScanner

میرے بزرگو! دارالعلوم دیوبند نے برصغیر کی تاریخ میں ایسے انمٹ نقوش ثبت کیے ہیں اور ایسے حیرت انگیز کارنامے انجام دیئے ہیں کہ وہ تاریخ کا عنوان اور سرنامہ بن گئے اور مؤرخ اس بات پر مجبور ہو گیا کہ جب بھی اسلامی ہند کے عروج وزوال کی تاریخ مرتب کرے تو وہ دارالعلوم دیوبند کو ملت اسلامیہ کے مرکز کی حیثیت سے پیش کرے۔ کیوں کہ برصغیر کی تاریخ سے معمولی دلچسپی رکھنے والا ہر شخص اس حقیقت کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ابنائے دارالعلوم فکر وعمل کے ہر میدان میں قیادت ورہنمائی اعلیٰ کے منصب بلند پر فائز رہے، فکر وعمل کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو فضلائے دارالعلوم کی حیرت انگیز جد وجہد کا رہین منت نہ ہو۔ علامہ رشید رضا مصری جب دیوبند تشریف لائے تو کھلے دل کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کو ام المدارس تسلیم کرتے ہوئے گویا ہوئے کہ ''اگر اس زمانہ میں دارالعلوم کی توجہ علم الحدیث کی طرف مبذول نہ ہوتی تو مشرقی مما لک سے یہ علم ختم ہو چکا ہوتا کیوں کہ مصر، شام، عراق اور حجاز میں دسویں صدی ہجری سے چودھویں صدی ہجری کے اوائل تک یہ علم ضعف کی آخری منزل تک پہنچ گیا تھا''۔

اس سے بڑھ کر یوسف السید الرفاعی تو یہاں تک کہہ گئے کہ اسلام پر اعتراضات کے دفعیہ کے لیے ہم جن جلیل القدر علماء کے محتاج ہیں ہمیں ان میں سے حافظ ذہبیؒ اور ابن حجرؒ کے معیار کے علماء کی ضرورت پڑتی ہے، اور ہمیں فخر ہے کہ اس درجہ کے علماء دارالعلوم دیوبند میں ہی موجود ہیں۔ درسگاہیں اور مکاتب ومدارس دنیا میں بہت سے قائم ہوئے، دینی درسگاہوں کا کسی بھی دور میں فقدان نہیں ہوا، ہاں! مراتب کا فرق ضرور ہے، جو مقام اللہ تعالیٰ کا ہے وہ کسی نبی کو حاصل نہیں ہو سکتا، جو مرتبہ ایک نبی کا ہے وہ کسی صحابی کا نہیں ہو سکتا اور جو درجہ ایک صحابی کو حاصل ہے کوئی بڑے سے بڑا ولی بھی اس درجہ کو نہیں پہنچ سکتا بس اسی طرح دین کے ان سرچشموں کے درمیان دارالعلوم دیوبند کو جو خصوصیات وامتیازات حاصل ہیں وہ کسی دوسرے ادارے کو حاصل نہیں۔

Scanned by CamScanner

دارالعلوم دیوبند کو دوسرے مدارس پر افضلیت کیوں نہ حاصل ہو جب کہ دیوبند قدرت ربانی کا ایک الہامی شاہکار ہے اس کی رحمت کا ایک چھینٹا سرزمین دارالعلوم دیوبند پر پڑا تو ان خطہ ارضی پر قال اللہ وقال الرسول کے وہ انوار برسے کہ آج تک اس کی تجلیات وبرکات ہندوپاکستان افغانستان وایران وعراق، شام ومصراردون انڈونیشیا وملیشیا مکہ معظمہ ومدینہ منورہ اور افریقہ کے برصغیر غرضیکہ دیار اسلام پر نازل ہورہی ہیں۔اس میں ذرہ برابر شک نہیں بلکہ بلاتردد یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ دین وتقویٰ کا سب سے بڑا ادارہ دنیا میں اگر کوئی ہے تو وہ ام المدارس دارالعلوم دیوبند ہے، ہم نے مانا کہ جامع ازہر مصر کا بڑا مرکزی ادارہ ہے لیکن دین کی گہرائی تقویٰ و پرہیزگاری کی وہ رونقیں کہاں، جو دارالعلوم دیوبند میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔

میرے عزیز ساتھیو! دارالعلوم دیوبند کے نام سے جن علوم وفنون کی غمازی ہوتی ہے، دارالعلوم ان کی تعلیم دیتا ہے دینی علوم کی خدمات واشاعت جتنی اس ادارے نے کی ہے دنیا کی سابقہ اور موجودہ کوئی بھی یونیورسٹی اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

دوستو! آخر میں ایک واقعہ سناتا چلوں کہ۔ایک انگریز جاسوس جان پامر دارالعلوم دیوبند میں جاسوسی کرتے ہوئے اپنے ہیڈکوارٹر میں رپورٹ دیتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے دارالعلوم سے بہتر کوئی تعلیم گاہ نہیں، میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر کوئی غیر مسلم بھی یہاں آئے تو نفع سے خالی نہیں، انگلستان میں اندھوں کا اسکول سنا تھا، مگر یہاں آنکھوں سے دیکھا کہ دواندھے تحریر اقلیدس کی شکل میں کف دست پر اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ عقل حیران رہ گئی، مجھے افسوس ہے کہ آج سر ولیم میور نہیں ہیں ورنہ بکمال ذوق وشوق اس مدرسہ کو دیکھتے اور طلبہ کو انعام دیتے،،۔

میرے دوستو! دارالعلوم دیوبند کے وجود پر برصغیر کے مسلمان جس قدر بھی فخر ومسرت کا اظہار کریں کم ہے، دارالعلوم کی تاریخ عہد حاضر میں مسلمانوں کے لیے

Scanned by CamScanner

جدو جہد کا روشن باب ہے، اس عظیم ادارے پر ایک طویل مدت گذر چکی ہے مگر یہ آج بھی عالم اسلام کے دلوں کی دھڑکن ہے آج بھی لوگ اس کی اتباع کو فخر اور اس کی رہنمائی کو باعث نجات تصور کرتے ہیں اس کے فیوض آج بھی جاری ہیں اور موجودہ مہتمم عالی مرتبت الحاج حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی کی قیادت ورہنمائی میں برابر ہمہ جہتی ترقی کر رہا ہے، آج بھی دارالعلوم کو مختلف داخلی و خارجی فتنوں کی سرکوبی کے لیے تیار رہنا پڑتا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کی تاریخ کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت صاف طور پر نظر آتی ہے کہ یہ قدیم طرز کی ایک درسگاہ ہی نہیں بلکہ درحقیقت احیاء اسلام اور قیام ملت کی عظیم الشان تحریک ہے۔ دست بدعا ہوں کہ خدائے جل مجدہ اس علم وعمل کے گہوارہ کو ترقیات سے نوازے اور تادیر قائم رکھے آمین ثم آمین۔

ومات وفیقی الاباللہ

☆☆☆

Scanned by CamScanner

# وقت کے نئے تقاضے

# اور

# ہمارے مسلم حکمراں

تو اِدھر اُدھر کی نہ بات کر بتا یہ قافلہ لٹا ہے کیوں؟
مجھے رہزنوں سے گلہ نہیں تیری رہبری کا سوال ہے

Scanned by CamScanner

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔

اما بعد:

نبی سے کچھ محبت ہے نہ ہے خوفِ خدا دل میں
مزہ آتا ہے تم کو حکمراں! خدا بیزار محفل میں
زبانوں پر تمہاری، اب نہیں ایمان کا نغمہ
خوش الحانی سے تم گاتے ہو انگلستان کا نغمہ
پسند آتا ہے تم کو خم درِ یورپ پر جبیں کرنا
تمہارے سجدوں سے محروم رہتا ہے، خدا خانہ

جناب صدر اور محترم سامعین! جب ۳ر مارچ ۱۹۲۴ء سے قبل اسلامی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں اور مسلم حکمرانوں کی زندگی کے اوراق کو الٹ کر دیکھتے ہیں تو ہمارا ماضی بڑا شاندار اور پروقار نظر آتا ہے، کیوں کہ اگر ایک طرف ہمیں خلفائے اربعہ جیسے جانباز سپہ سالار ملتے ہیں تو دوسری طرف ایرانی تاج شاہی کو اسلام کے قدموں پر ڈال دینے والا سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نظر آتا ہے، اگر ایک طرف ۹۲ھ میں سربراہ اندلس راجہ راڈرک کو جہنم رسید کرنے والا طارق ابن زیادؒ اور موسیٰ بن نصیرؒ جیسا شیر ببر ملے گا تو دوسری طرف سرخیل سندھ راجہ داہر کی آنکھوں میں آنکھ ڈالنے والا محمد بن قاسمؒ نظر آتا ہے، اگر ایک طرف جے پال کے ایوان میں زلزلہ برپا کر دینے والا محمود غزنویؒ ملے گا تو دوسری طرف ۵۵۱ میں صلیبیوں کا سر توڑنے والے نورالدین زنگی کی شخصیت نمایاں ہے، اگر ۳۹۸ھ میں راجہ آنند پال کی کھوپڑی اڑانے والا سلطان سبکتگین ہے تو دوسری طرف عیسائیوں کا پنجہ مروڑنے والا سلطان صلاح الدین ایوبیؒ ہے، اگر ایک طرف میسور کی دھرتی پر جام شہادت نوش کرنے

Scanned by CamScanner

والا خوددار سلطان ٹیپو ہے تو دوسری طرف قرۃ صوہ آفندی کو واپس لوٹا کر بیت المقدس کی حفاظت کرنے والا خلافت عثمانیہ کا آخری اور غیرت مند خلیفہ عبدالحمید ہے۔

غرض یہ کہ جب بھی باطل نے حق کو چیلنج کیا تو حق پرست حکمرانوں کی ایک جماعت نے ہر دور میں اس چیلنج کو قبول کیا اور وہ مردانہ وار سربکف، کفن بردوش ہو کر میدان میں آنکلے اور خیل باطل کو چکنا چور کر دیا، جس کے نتیجے میں بدر کا میدان، اُحد کی پہاڑی، خندق کی لڑائی اور آتش کدہ ایران ہمارے قبضہ میں رہا، اندلس کی سرزمین، البرا کا میدان، فرانس کا معرکہ اور بھروچ کی زمین کے تنہا ہم مالک رہے بھاقنہ کی گلی، افریقہ کے جنگلات اور ہندوستان کا سابق صوبہ پشاور ہمارے زیر حکومت رہا، مصر سے ایشیائے کوچک فارس سے اسکندریہ تک اور خراسان سے آذربائیجان تک اسلامی جھنڈا ہم نے لہرایا، فرانس کا صوبہ آکٹیانا اور بورگونیا سے کوہِ قاف تک نعرہ توحید ہم نے بلند کیا۔ کیوں کہ

ٹل نہ سکتے تھے اگر، جنگ میں اڑجاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی، میدان سے اکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی، تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے، ہم توپ سے لڑجاتے تھے

سامعین! یہ تھے ہمارے مسلم حکمراں اور یہ تھی ہماری کامیابیاں؛ مگر جب ۱۹۲۴ء میں خلافت عثمانیہ کا شیرازہ منتشر ہوا تو دنیائے اسلام میں کہیں مصطفیٰ کمال پاشا جیسا انگریزوں کا وفادار نظر آیا تو کہیں جمال عبدالناصر جیسا مغرب کا حاشیہ بردار نظر آیا، کہیں شریف مکہ جیسا عیاش اور بزدل حکمراں بن کر چمکا تو کہیں احمد سکارنو کی جیسا مغرب کا ترجمان پیدا ہوا، کہیں شہنشاہ سعودی اور امیر کویت جیسے مغرب کے پرستار کو دیکھا تو کہیں امریکی صدر کو نمستے کرنے والا مشرف جیسا لامذہب حکمراں نظر آیا۔ کون مشرف اور کون حکمراں؟

ارے وہ مشرف جس نے اسلامی ملک کے خلاف امریکہ کو اپنا واجب الاحترام آقا تسلیم کرلیا۔ وہ حکمران جو انگلستان اور امریکہ کا وظیفہ خوار ہے، وہ شاہ عرب جو مسیحی سرداروں

Scanned by CamScanner

کی تصویروں کو اپنے سینوں سے لگاتا ہو۔ وہ سلطنت اسلامیہ کا سربراہ جو امریکہ کی غلامی کو اپنے سر کا تاج سمجھتا ہو۔ وہ مشرف جو مسلمانوں کو گرفتار کر کے امریکی گدھ کے حوالے کرتا ہو، وہ شہنشاہ جو جزیرہ عرب میں یہود و نصاری کو داخل کر کے فرمانِ رسول ''اخـرجـوا الیھود والنصاری من جزیرۃ العرب'' کی توہین کرتا ہو۔

سامعین! زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں ابھی کل ہی کی بات ہے کہ جہاں ایک طرف مشرف کی لڑکیاں عید کی خوشیاں لوٹ رہی تھیں، وہیں افغانی مسلم خواتین کے سہاگ کو اجاڑا جا رہا تھا، جہاں ایک طرف حکمران عرب، آرام کے بستر پر بیٹھ کر عیاشی کو اپنے گلے لگا رہے تھے، وہیں افغانستان کے یتیم بچوں کو ممتا کی آنچل سے محروم کیا جا رہا تھا، جہاں ایک طرف مسلم ماؤں اور بہنوں کی عصمتوں کی چادریں تار تار کی جا رہی تھیں، وہیں لیڈران عرب شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر بش کی افطار پارٹی میں شریک ہو رہے تھے۔ ذرا کوئی ان حکمرانوں سے پوچھے کہ اے لیڈران عرب! بتاؤ کس ممتا کی آنچل میں جا کر وہ بچے ماں کا آشرواد لیں گے جن کی ماں اور باپ کو تمہاری نظروں کے سامنے امریکی بمباری نے زیر زمین دفن کر کے رکھ دیا؟ بتاؤ اے امریکہ کے سمجھدار سپوتو! کس قدر روح فرسا وہ منظر ہوگا جب ایک جوان بھائی اپنی جان سے زیادہ عزیز بھائیوں کا جنازہ اپنے کاندھے پر اٹھائے قبرستان گیا ہوگا؟ وہ نوجوان دوشیزائیں کس پر ناز و نخرہ کریں گی جن کو امریکی مظالم نے بیوہ بنا کر رکھ دیا؟ جس کا نقشہ یہ ہے کہ:۔

گولیاں چلتی ہیں کھل جاتے ہیں توپوں کے دہن
بم برستے ہیں اجڑتا ہے محبت کا چمن
کانپ اٹھتی ہے جبینوں پر محبت کی کرن
زندگی بنتی ہے ایک لاشۂ بے گور و کفن
کتنے بچوں کے بلکنے کی صدا آتی ہے
کتنی ماؤں کے سسکنے کی ندا آتی ہے

Scanned by CamScanner

بتا اے بزدل حکمراں! قیامت میں تجھے حساب دینا ہوگا یا نہیں۔

سامعین! جب بے گناہ فلسطینی مسلمانوں کو اسرائیل اپنی جارحیت کا نشانہ بناتا ہے، جب بھارت کی آر ایس ایس تنظیم اپنی دہشت گردانہ سرگرمیوں سے مسلم عوام کا خون چوس کر رکھ دیتی ہے، جب کوسوو اور بوسینیائی مسلمانوں کی نظروں کے سامنے ان کی بہنوں اور بیٹیوں کی آبروریزی کی جاتی ہے، اس وقت امریکہ اور اس کے حمایتی مسلم حکمراں خرگوش کی نیند کیوں سو جاتے ہیں؟ اس وقت اقوام متحدہ کی بند زبان کا تالا کیوں نہیں کھلتا؟ جہاں یہ کالے کرتوت انجام دینے والی تنظیمیں ہیں وہ امریکہ کی ہیڈ لسٹ میں شامل کیوں نہیں؟ ان مطلوبہ افراد کی فہرست میں صرف مسلمان ہی کیوں؟ آر ایس کا سربراہ اشوک سنگھل اور اشتعال انگریز مقرر بال ٹھاکرے کا نام ان مطلوبہ افراد کی فہرست میں کیوں نہیں؟ اسرائیل کا سابق وزیر اعظم یہود باراک اور موجودہ حکمراں ایریل شیرون کو دہشت گردوں کا سرغنہ کیوں نہیں گردانا جاتا؟ یہ چند سوالات ہیں جن کو اقوام متحدہ کی عدالت میں پیش کرنے والا آج کوئی نہیں۔ یہ سوال کرے تو کون کرے؟ اسرائیل کی اس جارحیت پر انگلی اٹھائے تو کون؟ امریکہ اور برطانیہ کی اس جابرانہ وظالمانہ حرکتوں کا دنداں شکن جواب دے تو کون؟ سوال کرنے والا تو خود امریکی زلف کا اسیر ہو گیا ہے، کتنے افسوس کی بات ہے کہ جن کے ایک نعروں نے قیصر وکسریٰ کی طاقتوں کو لرزہ براندام کر دیا تھا، جنگل کے جانوروں اور سمندر کی لہروں نے، جن کے اشاروں سے راستہ دے دیا تھا، آج خود وہ امریکہ اور اس کے ہمنوا حکومت کا دم چھلہ بن گئے ہیں ۔

تو ادھر کی نہ بات کر، بتا یہ قافلہ لٹا ہے کیوں
مجھے رہزنوں سے گلہ نہیں، تری رہبری کا سوال ہے

بے حسی کا عالم یہ ہے کہ آج دشمن ہماری لاشوں پر بیٹھ کر فتح وکامرانی کا جشن منا رہا ہے اور ہمارا حکمراں اس کی تعریف کر رہا ہے، ہمارے مجاہدین کے سروں کی سودے بازی ہو رہی ہے اور ہمارا ہی فرد اس کا خریدار بن رہا ہے۔ ہمارے ہی خونوں سے رنگ رلیاں منائی جا رہی ہیں اور ہمارا حکمراں چین وآرام کے بستر پر بیٹھ کر بربادیِ ملت اور پامالی

اسلام کا خونی تماشہ دیکھ رہا ہے، آج ہمارے دشمنوں کی نگاہیں خانہ کعبہ بیت المقدس اور مسجد نبوی پر لگی ہوئی ہیں مگر ہمارا حکمراں خانہ کعبہ کے بجائے وہائٹ ہاؤس کے طواف اور امریکی صدر کے دروازے پر جبین خم کرنے کو اپنا دینی فریضہ سمجھتا ہے، آج امریکی شیطان بش یہ کہہ کر کہ ’’تارعنکبوت اسامہ کی حفاظت نہیں کرسکتے‘‘ واقعہ ثور کی توہین کررہا ہے مگر ہمارا رہنما امریکہ کے ہر فرمان پر ’’آمنت ببش وامریکہ آمنت ببش وامریکہ‘‘ کا نعرہ لگا رہا ہے۔

تمنا ہے کہ کوئی راہ پر ان کو لگادیتا ☆ کوئی آواز گان دہر کو منزل بتادیتا
زمین پر پھیل جاتے اہل دل گرم سفر ہوکر ☆ کوئی اس قافلہ کو خواب غفلت سے جگادیتا

سامعین! مسلم حکمرانوں کی بے حسی اور بزدلانہ طرز عمل سے یہود ونصاریٰ نے پورے جزیرہ عرب میں اپنا تسلط قائم کرلیا ہے بیت اللہ سے صرف ۵۴ میل کے فاصلہ پر طائف میں اس کی فوج موجود ہے، ۴۵ رمیل دور جدہ میں اس کی فوج کا ٹھکانا ہے، کویت میں ۴۴ جنگی طیارے اپنے فوجیوں کے ساتھ اسرائیل کے تعاون کے لیے موجود ہیں۔ قطر میں دیکھو! وہاں اس کی فوج، عمان میں دیکھو! وہاں اس کی فوج، بحرین میں دیکھو! وہاں اس کی فوج، ترکی میں دیکھو وہاں اس کی فوج، اب کس چیز کا انتظار ہے؟

حکمرانو! دین کی حفاظت وصیانت تمہارا فریضہ ہے، ماؤں اور بہنوں کی عصمت کی چادروں کو تارتار ہونے سے بچانا وقت کا تقاضہ ہے، بیت اللہ کی حفاظت تمہاری ذمہ داری ہے، بیت المقدس کی بازیابی تمہارا کام ہے اور یہود ونصاریٰ کی اسلام دشمنی کا جواب دینا تمہارا ایمان ہے۔ تم نے ماضی میں باطل طاقتوں کو کچلنے اور ظلم واستبداد کو مٹاکر عدل ومساوات کو فروغ دینے کے لیے عظیم الشان کوششیں کیں، پھر یہ لیت ولعل کیوں؟ یہ چوں وچرا کیسا؟ یہ پس وپیش کس وجہ سے؟ یاد رکھو! صداقت پر ایمان رکھنے کے باوجود اگر صداقت پر جان دینے کی تڑپ نہ ہو اگر باطل سے دشمنی رکھنے کے باوجود باطل سے نبرد آزما ہونے کا جذبہ نہ ہو تو وہ ایمان کامل نہیں، وہ ہمت وجواں مردی مکمل نہیں، جس زندگی میں

Scanned by CamScanner

انقلاب برپا کرنے کی صلاحیت نہیں، وہ بے حس وحرکت لاش کے مانند ہے، جس کشتی میں سمندر کے تھپیروں اور بحر کی موجوں سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں، اس کا ساحل پر پہنچنے کی کوئی گارنٹی نہیں۔ یاد رکھنا کہ تمہیں امریکی دین اور بش کے فرمان پر آمنت کہنے کی کوئی ضرورت نہیں کیوں کہ تمہارے پاس، اسلام وہ ڈھال ہے، جو کفر کی ہر تیزی کو روک سکتی ہے، تمہارے ہاتھ میں اسلام وہ تلوار ہے جس میں ہر تلوار کو کاٹنے کی صلاحیت موجود ہے، اسلام ظلمت کی گھٹاؤں میں روشنی کا وہ مینارہ ہے، جس نے بارہا تمہارے سفینے کو ساحل مقصود تک پہنچایا ہے۔ اس لیے غفلت کی چادر اتار کر عقل وہوش کی زرہ پہن لو، لال دوپٹہ اتار کر سر سے کفن باندھو، جبہ اور چوغہ کو حرام کر کے ہمت وجواں مردی کا لباس پہنو، عیش وآرام کے بستر کو چھوڑ کر پہاڑوں کی سنگینیوں سے ٹکرانے کی صلاحیت پیدا کرو۔ کیوں کہ جب موسیٰ کی ضرب کے سامنے انا ربکم الاعلیٰ کا نعرہ لگانے والے فرعون کو جھکنا پڑا، باشندگان مکہ کی ہمت وحوصلہ کے سامنے ابرہہ کا لشکر ہباً منثوراً ہو گیا اور ماضی میں دنیا کی تمام سپر طاقتوں کو تمہارے سامنے سرنگوں ہونا پڑا، تو پھر یہ امریکہ اور اسرائیل کیا ہے؟ اٹھو! اور فتح ونصرت کے نقارے بجاتے ہوئے ظالمانہ نظام حکومت کو زیر وزبر کر دو، کھینچ لو اسرائیل کی زبان، سلب کر لو امریکہ کی طاقتوں کو اور روک لگا دو مخالفوں کی راہ پر اور اعلان کر دو کہ ؎

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

☆☆☆

# مغربی دنیا

## اسلام کے دروازے پر...

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

Scanned by CamScanner

الحمدلله وحده والصلاة والسلام علی من لانبی بعده اما بعد!
اعوذباللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ
غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَفِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ، وقال
فی موضع آخر : اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ
وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا. صدق اللہ العظیم۔

الٰہی رونقِ اسلام کے سامان پیدا کر
دلوں میں مومنوں کے الفت قرآن پیدا کر

معزز مہمانانِ کرام وعالی مرتبت رفقائے عظام!

آج کے اس عظیم الشان تقابلی اجلاس میں جس اہم عنوان کے تحت گفتگو کرنے کا موقع ملا ہے، میں حیران ہوں کہ اس عنوان کے تعلق سے عالم اسلام کی خاموشی وسرد مہری پر روشنی ڈالوں یا اسلام اور مسلمانوں کے تئیں عالم کفر کے ناپاک عزائم کا تذکرہ کروں، اسلام کی آفاقیت وبرتریت کا حسین گلدستہ پیش کروں یا مذاہب عالم کے تاریخی حقائق کی گتھیاں سلجھاؤں، مغربی دنیا میں پائے جانے والے مسلمانوں کے اعداد وشمار سامنے لاؤں یا اسلام کے تئیں ان کی رغبت واظہار کی خوش آئند وپُر بہار داستاں سناؤں۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اس مختصر سے وقت کے اندر کسی ایک پہلو پر ہی اجمالی روشنی ڈالی جاسکتی ہے اس لیے میں آج کی اس مبارک محفل میں صرف اتنا بتانے کی سنجیدہ کوشش کروں گا کہ مغربی دنیا اسلام کے دروازے پر کس حد تک پہنچ چکی ہے اور وہاں اسلام کا مستقبل کیسا ہے؟۔

Scanned by CamScanner

عزیزان گرامی! یہ واقعہ ہے کہ آج اسلام اور مسلمانوں کے خلاف آئے دن ہونے والے واقعات، پروپیگنڈوں جملوں اور سازشوں کے پیش نظر لوگوں کے دلوں میں اسلام کے حوالے سے نفرت وشبہات کی یہ کائی جمادی گئی ہے کہ اسلام زمانے کی تبدیلیوں اور علم وفن کی ترقیوں کا ساتھ نہیں دے سکتا، وہ ابتدائی اور محدود زمانے کا ساتھ دے سکتا تھا، آج کے ترقی یافتہ اور وسیع تمدن کے دور میں اسلام پر مضبوطی سے جمے رہنے والے افراد عصری ترقیات اور انقلابات کا ساتھ نہیں دے سکتے دراصل یہ سوچ وفکر اور اس طرح کا نامعقول نظریہ پیش کرنا اسلامی تعلیمات اور اس کے دستوری ومعاشرتی اصول سے ناواقفیت کی واضح دلیل ہے۔ اسلامی دساتیر پر سوالیہ نشان لگانے والے اگر اسلامیات کا تھوڑا بھی مطالعہ کرلیں تو انھیں انصاف کی زبان سے یہ کہنا پڑے گا کہ اسلام جس طرح آج سے چودہ سو سال قبل دنیائے انسانیت کو جینے کا سلیقہ، تجارت وزراعت اور عبادت وریاضت کا طریقہ بتلایا تھا، آج بھی اسلام اپنی اسی روح ومقاصد اور اپنے انھیں اصول وضوابط کے ساتھ زندگی کا نہ صرف یہ کہ ساتھ دے سکتا ہے؛ بلکہ وہ نئی زندگی کی رہنمائی بھی کرسکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ریگستان حجاز میں اسلام کا ظہور ہوا مگر صحراء افریقہ میں اس کی پکار بلند ہوئی، اس کی دعوت کی صدا جبل ابی قبیس کی گھاٹیوں سے اٹھی اور پھر بہت جلد اسلام بین الاقوامی اور عالمی مذہب کی حیثیت سے دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا، چپے چپےمیں اس کی آواز گونجی، گوشے گوشے میں اس کی تعلیمات پہنچیں اور آج بھی امریکہ وافریقہ، اسپین آسٹریلیا، فرانس وبرطانیہ، اٹلی وجرمن اور روس جیسے دیگر مغربی ممالک میں خاندان کے خاندان اور بستیاں کی بستیاں ہر آنے والی صبح اشہد ان لا الہ اللہ کی تلاوت سے اسلام سے اپنی وابستگی کا اعلان کررہی ہیں مغربی دنیا میں اسلام اپنی عظمت کا لوہا منوا رہا ہے، مسیحی دنیا میں اس کی عظمت کا اعتراف کیا جارہا ہے اور بڑے پیمانے پر تیز رفتاری کے ساتھ پھیلنے والا مذہب تسلیم کیا جارہا ہے۔ ۱۱؍ستمبر ۲۰۰۱ء میں امریکہ کے شہر نیویارک میں ولڈ ٹریڈ سینٹر پر حملہ کے بعد تقریباً ۳۶؍ہزار امریکیوں کا اسلام قبول کرنا یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آج

مغربی دنیا میں دعوت اسلام کسی طور پر بھی نظر انداز نہیں ہو رہی ہے؛ بلکہ جوق در جوق رجوع الی اللہ کی یہ کیفیت مغربی تاریخ کی گذشتہ پچاس برسوں میں پہلے کبھی ایسی نہیں دیکھی گئی۔ آج نہ صرف امریکہ و برطانیہ بلکہ پوری دنیا کے لوگ اسلامیات کی جان کاری کے لیے بے تاب و بے قرار ہیں، بالخصوص دہشت گردی کے حوالے سے دنیا یہ جاننا چاہتی ہے کہ آخر اسلام اور دہشت گردی کے درمیان کیا رشتہ ہے۔

ملت اسلامیہ کے جیالو!

اشاعت اسلام کی راہ میں ابتداء سے ہی ہزاروں سد سکندری حائل رہی ہیں اور آج تک یہ جارحانہ سلسلہ جاری ہے۔ چناں چہ آج پوری دنیا اسلام اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے پر تلی ہوئی ہے، اسلام دشمنی میں غیر معمولی طور پر مال و زر پانی کی طرح بہا رہی ہے، اسلام کو مٹانے کے لیے اعلیٰ ترین حربے، بے گناہ ذہن و دماغ اور طاقت و قوت کو غلط طریقے پر استعمال کر رہی ہے مسلمانوں کی معاشی و اقتصادی کمزوریوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے عیسائی اور دیگر غیر اسلامی تنظیمیں ایمان والوں کی ایمانی دولت سلب کرنے کی ناپاک کوششیں کر رہی ہیں اور مسلمانوں کی غیرت و حمیت کو چیلنج کر رہی ہیں، مگر اسلام اپنے ظہور کے اوّل ہی مرحلے سے تا وسعتِ امکاں پھیلتا گیا اور صبح قیامت پھیلتا رہے گا۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

برداران اسلام!

یہ افسانہ نہیں واقعہ ہے کہ ہر آنے والی **صبح و شام تبدیلی** مذہب اور اسلام **کے عروج** و ارتقاء کی خبریں دنیا کے مختلف گوشوں سے **آرہی ہیں۔ چناں چہ** ۱۹۹۸ء میں ۲۳۵ / فرانسیسی کا اسلام قبول کرنا، ۱۹۹۹ء میں ۳۲۳ / **افراد کا مشرف** بہ اسلام ہونا۔ ۲۰۰۰ء میں ۴۳۰ / افراد کا اسلامی حلقے میں داخل ہونا، ۱۹۹۸ء میں اٹلی کے اندر ۶۶ / اطالوی افراد کا حلقہ بگوش اسلام ہونا۔ حالیہ رپورٹ کے مطابق فوجی دستوں میں رہنے والے دس ہزار افراد کا مشرف

Scanned by CamScanner

اسلام ہونا۔جیل کی سلاخوں میں زندگی گذارنے والے ۲رلاکھ ۲۰رہزار سے زائد حق شناسوں کا اسلام میں داخل ہونا، دس ہزار سے زائد برطانوی باشندوں کا طوق اسلامی پہن لینا،۱۲رہزار جرمنی خواتین کا اسلامی حلقے میں داخل ہونا،صحرائے افریقہ میں ۱۲رہزار افراد کا عیسائی مذہب چھوڑ کر اجتماعی طور پر اسلام قبول کر لینا افریقہ کی دوسری چودہ بستیوں کا بیک وقت اسلام کی آغوش میں پناہ لے لینا،۵رلاکھ سے زائد اسپینی مسلمانوں کا اسلامی تشخصات کو باقی رکھنا اور وہ تمام مدارس ومساجد جو گرجا گھروں میں تبدیل ہو چکے تھے اب اُن کا دوبارہ مساجد ومدارس میں منتقل ہو جانا، امریکہ میں پچیس سے زائد اسلامی اسکول اور تین بڑے کالجز کا کام کرنا جس میں امریکی نصاب کے مطابق اسلامی تعلیمات کو فروغ دینا،مغربی ممالک میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کی ایسی شاندار مثالیں ہیں کہ اگر۔ موجودہ رجحان اسی طرح چلتا رہا تو ان شاء اللہ آئندہ بیس سالوں میں مسلمانوں کی تعداد ان غیر مسلموں سے زیادہ ہو جائے گی جو وہاں کے کارندے اور باشندے سمجھے جاتے ہیں۔

شمع محمدی کے پروانو!

یہاں پہنچ کر ایک سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ آخر مذہب اسلام میں وہ کون سی جاذبیت اور کشش ہے! اس کی تعلیمات میں وہ کون سی ایسی حکمت اور غیر معمولی خاصیتیں ہیں کہ شب وروز اس کے عروج وارتقاء کی خبریں نشر کی جارہی ہیں ہاں ہاں! دنیا کے دیگر مذاہب کی طرح اسلام نے بھی اپنی پوری انسانی دنیا کو مذہب قبول کرنے کا ایک معیار عطا کیا ہے، مگر اس میں عربی وعجمی ،ایشین، یوروپین،امریکن وافریقن افغانی وایرانی ، ہندی وسندھی، کالے اور گورے میں کوئی امتیاز نہیں، نبی کریم ﷺ نے اسلام کی آغوش میں پناہ لینے والوں سے صاف صاف اعلان فرمادیا کہ لَافَضْلَ لِعَرَبِیٍ عَلٰی عَجَمِیٍ وَلَا لِعَجَمِیٍ عَلٰی عَرَبِیٍ وَلَالِاَ بْیَضٍ عَلٰی اَسْوَدٍ وَلَا لِاَ سْوَدٍ عَلٰی اَبْیَضٍ اِلَّا بِدِیْنٍ وَتَقْوَی اللّٰہِ۔اور ایک دوسرے موقع سے ارشاد فرمایا: کُلُّکُمْ بَنِیْ آدَمَ وَکُلُّکُمْ مِنْ تُرَابٍ۔ کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر یا کسی عجمی کو کسی عربی پر یا کسی گورے کو کسی کالے پر اور یا کسی کالے کو کسی

گورے پر قطعاً کوئی فضیلت نہیں مگر جو دیندار ہوگا وہی افضل ہوگا جو ایماندار ہوگا وہی افضل ہوگا جو رسول اللہ کا تابعدار اور اطاعت شعار ہوگا وہی افضل ہوگا نبی نے اعلان کردیا کہ دنیا کے تمام انسان ایک آدم کی اولاد ہیں اور اپنی تخلیق میں ہر کوئی برابر ہے خواہ وہ کسی خاندان و قبیلے کا رہنے والا ہو اسلام کے نزدیک وطن و مقام اور رنگ و زبان کی تفریق کوئی چیز نہیں، انسان کے تمام دنیاوی رشتے خود انسان کے بنائے ہوئے ہیں۔ اصلی رشتہ صرف ایک ہے جو انسان کو اس کے خالق اور پروردگار سے متصل کرتا ہے۔ ان هٰذه امتكم امة واحدة فانا ربكم فاتقون۔ اگرچہ سمندروں کے طوفانوں، پہاڑوں کی مرتفع چوٹیوں، زمین کے دور دراز گوشوں، اور جنس و نسل کی تفریقوں نے تمہیں باہم ایک دوسرے سے جدا کردیے ہیں مگر بیشک تمہاری ایک ہی جماعت ایک ہی امت ہے اور ہم ایک ہی تمہارے پروردگار ہیں۔

یہی اسلام کی وہ عالم گیر اخوت اور دعوت اسلام کی وحدت ہے جس نے مغربی دنیا کو اسلام کے دروازے پر دستک دینے پر مجبور کردیا اور صدیوں سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو صراط مستقیم پر لاکر دل کے تاریک ترین دریچوں کو نور ایمانی سے جگمگا کر رکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقدس دین کی عظمت ہمارے دلوں میں بٹھائے اور ہمیں آخری دم تک اسلام اور اہل اسلام کی عظمت و سربلندی کے لیے مرنے اور جینے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

☆☆☆

Scanned by CamScanner

# حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ

## ایک تاریخ ساز شخصیت

کس قدر بے باک اس ناتواں پیکر میں تھا
شعلۂ گردوں نورد اک مشت خاکستر میں تھا

Scanned by CamScanner

الحمدللہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ.

اما بعد:

نہ ساقی ہے نہ مے خانہ، نہ محفل ہے نہ پیمانہ
بہاریں لٹ گئیں ساری فقط باقی ہے افسانہ
نگاہِ مست بھی تیری نشاطِ جان ودل ساقی
چھلکتا ہی رہا ہر دم تیرا بھرپور پیمانہ

معزز سامعین کرام! آج کی اس محفل میں جہاں ہر طرف نور کی چادریں تنی ہوئی ہیں چاہتا ہوں کہ اس مقدس اور بابرکت ہستی کا تذکرہ کروں جن کی پامردی وشجاعت، جرأت ودانشمندی، عقل وتدبر اور انقلابی زندگی پر بہت سے لوگوں نے مختلف پہلوؤں سے بہت کچھ لکھا اور کہا ہے اور لوگ لکھنے اور کہنے پر مجبور بھی ہوئے ہیں، کیوں کہ اس مردِ مجاہد اور امامِ حریت نے اس صفحہ ہستی پر انقلاب آفریں، نمایاں کارنامہ انجام دے کر تاریخ انسانیت کے اوراق کو اس طرح سجایا ہے کہ اس کا ایک ایک حرف آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے، اس سے میری مراد شیخ المحدثین، بطلِ حریت، امام انقلاب، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی عبقری اور انقلابی شخصیت ہے؛ جو ایک ہی وقت میں سپہ سالار بھی تھے اور رضاکار بھی، درویش حق پرست بھی تھے اور صوفی خدامست بھی، اسبابِ آسائش کے فقیر بھی تھے اور دولت اخلاق نبوی کے امیر بھی۔ الغرض حضرت شیخ الہند کا انقلابی زندگی ایک ہشت پہلو موتی کی طرح ہے؛ جس کی ہر جہت روشن وتابناک اور اہل کمال کی آنکھوں کو خیرہ کردینے والی تھی، جس وادی میں ان کے قدم پہنچے وہ گل وگلزار

Scanned by CamScanner

ہوگئی، ان کا رخ جہل وضلالت کے جس ظلمت کدہ کی طرف ہوا اس کو بقعۂ نور بنادیا۔

میرے عزیز دوستو! حضرت شیخ الہندؒ کی ولادت باسعادت اس وقت ہوئی جب کہ مسلمانوں کے سات سو سالہ اقتدار کا سورج غروب ہو چکا تھا، ایسٹ انڈیا کمپنی کی مٹھی بھر فوج نے سارے ہندوستان میں زلزلہ برپا کر رکھا تھا، اسلامی مدارس سے ایمان ویقین کی ضیاپاشی بند ہو چکی تھی، ٹھیک تاریکی کے اسی موڑ پر حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ کی انقلابی شخصیت عالم وجود میں آئی جنھیں قدرت نے اسلامی علوم وفنون کی نشأۃ ثانیہ کے لیے خاص طور پر تیرھویں صدی میں پیدا کیا تھا، جنھوں نے اپنی بے پناہ علمی صلاحیت، خلوص وللّٰہیت، شرافت نفسی اور ملکوتی صفات کے ذریعہ اسلام کے خلاف ہونے والی ہر سازش کو ناکام بنایا اور دارالعلوم دیوبند کی صورت میں ایک مینارۂ نور قائم کر کے صحیح اسلامی فکر کی حفاظت کا انتظام فرمایا، جس کا پہلا طالب علم یہی امام انقلاب وحریت آزادی تھا جو بعد میں شیخ الہند کے نام سے مشہور رہا کیوں کہ علما نے استفادہ کے لیے اس اسم بامسمیٰ محمود کو وہ شخصیت ملی جو ایسی بے مثال کہ صدیوں میں کبھی کبھی پیدا ہوتی ہے، چوں کہ حضرت نانوتویؒ علم وکمال کا دمکتا ہوا سورج تھے اور شیخ الہند کا دل ایک آئینہ، آئینہ سورج کے سامنے آیا، سورج کی روشنی اور اس کی ساری آب وتاب اس میں جذب ہو کر رہ گئی، وہی آب وتاب اور چمک دمک جو سورج میں تھی آئینہ میں آگئی، جس طرح سورج پر آنکھ جمانا ناممکن تھا اب آئینہ پر نظر جمانا مشکل ہو گیا۔

دارالعلوم ابھی عہد طفولیت ہی کے دور سے گذر رہا تھا کہ حجۃ الاسلام اس دنیا سے رخصت ہو گئے، اسلامی ہند کی تباہی اور مسلمانوں کی عظمت واقبال کا زوال حضرت نانوتویؒ کے دل کا ناسور بن گیا تھا جس پر مرہم رکھنے کی فرصت نہ مل سکی، یہی روگ حضرت شیخ الہند کی ذات میں منتقل ہو گیا جیسا کہ حضرت شیخ الہندؒ نے ایک موقع پر فرمایا تھا۔

”دیوبند کا مدرسہ ۱۸۵۷ء کی ناکامی کی تلافی کے لیے قائم کیا گیا تھا، تعلیم وتعلم، درس وتدریس جن کا مقصد اور نصب العین ہے میں

ان کی راہ میں مزاحم نہیں ہوں لیکن خود اپنے لیے اسی راہ کا انتخاب کیا ہے جس کے لیے حضرت استاذ نے یہ نظام قائم کیا تھا، فرائض الٰہیہ جس حد تک بن پڑا وہ ادا کرتا رہا اب آخری کام رہ گیا جسے آخری حد تک گذار دوں گا"۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی ہند میں بڑی بڑی شخصیتیں نمودار ہوئیں جنھوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے تقریروں کے ذریعے اپنی علمی فضیلت اور سیاسی بصیرت کے ذریعہ قوم وملت کی رہنمائی کی، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود جب ایک دبلا پتلا اور لاغر انسان اہل علم واہل سیاست کی مجلس میں آتا ہے تو ادب واحترام میں سب کی گردنیں جھک جاتی ہیں یہ شیخ الہند ہی کی ذات تھی جنھوں نے دینی زندگی کے ہر ہر گوشہ کے ساتھ دنیوی امور کے ہر ہر پہلو کو اجاگر کردیا، کیوں کہ اگر آپ ایک طرف مسند تدریس وتبلیغ اور حدیث نبوی کے تاجدار تھے تو دوسری طرف میدان جہاد میں اپنی آخری زندگی تک دشمنوں کے سینہ سپر رہے اور بالغ نظری سے وہ بات کہی اور ایسا انقلاب برپا کیا جو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائیگا۔

آزادی کا پھل دونوں ہاتھوں سے اپنی جیب میں بھرتے والو! آؤ اور دیکھو کہ بیسویں صدی کے ہمت شکن ماحول میں آزادی کا پرچم لہرانے والا وہ کون تھا؟ وہ کس کی گونج تھی؟ جو آج بھی ہندوستان کے گوشے گوشے میں موجود ہے، ملک کی سالمیت اور تحفظ وبقاء کے دعویدار ذرا سامنے تو آؤ اور اپنی تصویر اس امام انقلاب کی خدمات کے آئینہ میں دیکھو جس نے مسند درس وتدریس کو آباد رکھنے کے ساتھ ساتھ میدانِ سیاست کی شہسواری بھی کی، دن میں خدا کے بندوں کی خدمت کی تو رات خدا کی عبادت میں گذار دی، وہ کون تھا وہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ہی کی تو ذات تھی، جس نے ہندوستان کے گوشے گوشے میں مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ جیسے شمع آزادی کے ہزاروں پروانے پیدا کردیے، اور لاکھوں انسانوں کے دلوں میں ایسا انقلاب برپا کیا اور ایسی تڑپ پیدا کردی جنھوں نے ہر

فرطائی طاقت کا کامیاب مقابلہ کیا، وہ حضرت شیخ الہندؒ کی انقلابی اور عبقری شخصیت کا ہی توکرشمہ تھا کہ ان کے حلقۂ درس سے علم حدیث کے ایسے ماہرین پیدا ہوئے جنھوں نے شیخ الہندؒ کی روایت کو آگے بڑھایا اور دار العلوم کی مسند حدیث اُن کے فیضانِ علم کا سرچشمہ بن گئی، ان ہی کی نظر کیمیا کا تو اثر تھا کہ وہیں بیٹھ کر علامۃ الدھر انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سات سال، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ۲۳ رسال اور خاتم المحدثین مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے پندرہ سال تک درس حدیث کا بے مثال اور لازوال کارنامہ انجام دیا، انھیں کے فیضانِ علم کا ہی تو اثر تھا کہ حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد میاںؒ، مولانا اصغر حسین دیوبندیؒ، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابراہیم بلیاویؒ، مفسر قرآن مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، جیسے سینکڑوں جبالِ علم پیدا ہوئے جنھوں نے تحقیق و تدقیق کا وہ معیار بلند کیا کہ مورخ ان کی خاکِ پا کو اکسیر کہنے پر مجبور ہو گیا۔

ہیں وہ مردِ حق نما کہ مسلماں کہیں جسے
علم و عمل کا مہر درخشاں کہیں جسے
وہ آفتابِ صدق و صفا دائی ہدیٰ
ہم رہنمائے منزلِ ایماں کہیں جسے

حضرات گرامی! جب ان علوم نبوت کے تاجداروں نے میدان سیاست و قیادت میں قدم رکھا تو حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر انصاری، کرم چند گاندھی، نہرو اور پٹیل جیسے مقتدائے سیاست نے ان کی پیروی کو اپنی سعادت سمجھا، ان کے نقوشِ قدم کو نشان منزل سمجھنے پر مجبور ہو گئے۔

شیخ الہندؒ کے حقیقی فرزندو! شیخ الہند کی شخصیت ایک عبقری اور ہمہ گیر شخصیت تھی، ان کا منصوبہ ایک منظم منصوبہ ہوا کرتا تھا۔ ان کی زندگی ایک انقلابی زندگی تھی، جب شیخ الہندؒ نے ۶۵ رسال کی عمر میں اپنے منصوبہ کے ذریعہ برطانوی حکومت کا تختہ پلٹنے کا ارادہ کیا تو لوگوں کو

Scanned by CamScanner

حیرت ہوئی، ہندوستان کے سیاسی رہنما حیران وششدر رہ گئے، کیوں کہ وہ بغاوت اس سے کرنے جارہے تھے جس کی حکومت میں کبھی سورج غروب نہیں ہوا تھا، ملک اتنا خوف زدہ مکڑا اور سہا ہوا تھا کہ سیاسی جماعتوں کو آزادی وطن کا ریزرویشن بھی پاس کرانے کی جرأت نہیں تھی، ایسے حالات میں ایک بوریہ نشین عالم کا بغاوت کا پلان، جو بظاہر درس وتدریس کی دنیا سے باہر آیا ہی نہیں تھا۔ بڑا حیران کن تھا لیکن کسی کو کیا خبر کہ شیخ الہندؒ برسوں سے اپنے منصوبہ کے خاکہ میں رنگ بھرنے کی جدوجہد کررہے ہیں، کسی کو کیا معلوم تھا کہ شیخ الہندؒ نے کیسے جذبات کو اپنے سینہ میں دبا رکھا ہے جس کے سمندر کی ظاہری سطح پُر سکون تھی؛ لیکن اس کی تہہ میں کتنا تلاطم اور تموج تھا اس کا کسی کو اندازہ نہیں تھا، لیکن جب آپ کی گرفتاری کے بعد مقدمہ بغاوت چلا تو لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ ایک زندہ حقیقت ہے کوئی افسانہ نہیں کسی نے خوب ہی کہا ہے۔

سمجھ چکا تھا جو اندازِ گردشِ ایام
سحر کے واسطے جس نے مٹائی ظلمتِ شام
وطن نواز عناصر کا پیکر انقلاب
نماز قافلہ عزمِ زندگی کا امام

میرے غیور ساتھیو! حضرت شیخ الہندؒ ۱۸۵۷ء کی تاریخ کو پھر سے دہرانا چاہتے تھے، جس طرح کبھی میرٹھ چھاؤنی سے بغاوت کا طوفان اٹھا اور دہلی تک جا پہنچا تھا، اسی طرح وہ چاہتے تھے کہ سرحد کے علاقوں سے اس کا پھر سے آغاز ہو، اسی جذبے کے تحت اپنے استاذ حجۃ الاسلام کے ایماء پر ۱۸۸۷ء میں ثمرۃ التربیت کی بنیاد رکھی جس کا حقیقی مقصد انقلاب حریت کے لیے رجال سازی کی تیاری تھی یہ اسی تحریکِ ریشمی رومال کی ایک کڑی تھی جو ۱۹۱۵ء میں شیخ الہندؒ نے مسلسل چالیس سال کی خفیہ تیاری کے بعد سامراجی قوت کو ہندوستان سے نیست ونابود کرنے کا پروگرام بنایا تھا، جس کا خلاصہ یہی تھا کے اندرونِ ملک بغاوت پھیلا کر بیرون ملک سے حملہ کرادیا جائے اس کے لیے ۱۹ر فروری ۱۹۱۷ء کو تاریخ

Scanned by CamScanner

طے کردی گئی، محاذِ جنگ کی تیاری کے لیے ایک طرف مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو کابل بھیجا اور وہاں پہنچ کر انھوں نے آزاد حکومت ہند قائم کی، دوسری طرف آپ خود ۱۸ ر ستمبر 1915ء کو حجاز کے لیے روانہ ہو گئے اور وہاں آپ نے غالب پاشا اور انور پاشا سے معاہدات کیے، ہر طرح کی تیاری مکمل ہو چکی تھی، اگر شریف مکہ اپنی فطری غداری کا مظاہرہ نہ کرتا تو آج ہندوستان کا نقشہ ہی دوسرا ہوتا، یہ ایسا انقلاب اور یہ تحریک ایسی تھی جس کے تار و پود آج بھی مؤرخ کے لیے حیرت انگیز ہیں یہ ایک ایسا منظم منصوبہ تھا کہ انگریزوں کی عیاریاں بھی عش عش کرنے لگیں۔

میرے دوستو! جوانی کے لمحات عام طور پر آرام و آسائش میں گذر جاتے ہیں، لیکن اس مردِ مومن نے ایسے وقت میں اُسوۂ یوسفی کو اختیار کیا، بڑھاپا آیا تو اور بھی تیز گامی اختیار کی، آپ کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو اس کا ہر پہلو بڑا ہی روشن اور تابناک ہے۔ جمعیۃ الانصار، ثمرۃ التربیت اور نظارۃ المعارف جیسی کتنی ہی ہمہ گیر تنظیمیں ہیں، جو آپ کی انقلابی زندگی کی شاہکار ہیں شیخ الہندؒ کے آتشیں شیشہ نے جب سے حجۃ الاسلام کے آفتاب سے شعائیں لینی شروع کیں تب سے ہی ان کی کرنوں کا سلسلہ شروع ہو گیا، یہ کرنیں کہاں کہاں تک پہنچیں اور کن کن حلقوں نے ان کرنوں کو سمیٹا اور کون کون سے حلقے ان کی تپش سے آتش داں بن گئے۔ لا یعد ولا یحصی۔ الغرض اپنی حیات مستعار کی ہر حرکت و سکون اور قوت فکر سے ایسا انقلاب برپا کیا کہ وہ تاریخ کے عنوان اور سرنامہ بن گئے اور مؤرخ اس بات پر مجبور ہو گیا کہ جب بھی وہ اسلامی ہند کے عروج و زوال کی تاریخ مرتب کرے تو شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی ذات کو اصلاح کے امیر اور ملت اسلامیہ کے مسیحا کی حیثیت سے پیش کرے۔ وماتوفیقی الا باللہ.

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# آر ایس ایس کا نظریہ
# تاریخی پس منظر میں

ذرا پہلے نہ پہچانی نگاہ باغباں ہم نے
سمجھ جاتے! نقشہ اور ہی ہوتا گلستاں کا

Scanned by CamScanner

الحمدلله وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد وقال النبی ﷺ : عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِیْ أَحْرَزَهُمَا اللّٰهُ مِنَ النَّارِ عِصَابَةٌ تَغْزُوْ الْهِنْدَ وَعِصَابَةٌ تَكُوْنُ مَعَ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ، (رواہ النسائی) وَعَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ وَعَدَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ غَزْوَةَ الْهِنْدِ فَإِنْ أَدْرَكْتُهَا أُنْفِقْ فِيْهَا نَفْسِیْ فَإِنْ أُقْتَلْ كُنْتُ أَفْضَلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ أَرْجِعْ فَأَنَا أَبُوْهُرَيْرَةَ الْمُحَرَّرُ. (رواہ الطبرانی)

جناب صدر، لائق صد احترام حکم متکلم صاحب اور محترم سامعین! دنیا کی پوری تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ یہ کرۂ ارض ابتدائے آفرینش ہی سے حق و باطل کی رزم گاہ رہی ہے، جیسے ہی مکہ کی سنگلاخ وادی سے اسلام کی پہلی کرن طلوع ہوئی اور جیسے ہی اس نے اپنی پرنور شعاؤں سے اس جہان رنگ و بو کو منور و تاباں کر کے عالم انسانیت کو ہدایت کا چراغ دکھایا، اسی وقت سے باطل پرستوں اور کفریہ طاقتوں کا ہجوم بھی اسلام کی راہوں میں سدِّ سکندری بن کر نمودار ہوا۔ اسلام کے سرسبز و شاداب درخت کو نقصان پہنچانے کے لیے، کفر کبھی مسیلمہ کذاب بن کر نمودار ہوا تو کبھی عبداللہ بن ابی منافق کی صورت میں آیا، کبھی کفر منکرین زکوٰۃ کی شکل میں آیا تو کبھی فتنۂ تاتار کی صورت میں ظاہر ہوا، کبھی یہود و نصاریٰ کی شکل میں آیا تو کبھی فلسفۂ یونان کی صورت میں، کبھی جلال الدین محمد اکبر کی شکل میں آیا تو کبھی مرزا قادیانی کی شکل میں آیا، جنھوں نے اسلام کے اس تناور درخت کو نہ صرف جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی بھرپور کوشش کی بلکہ بارہا کفریہ شعلوں نے ہر دور میں اس کو خاکستر کرنے کا ارادہ بھی کیا۔ لیکن ؎

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

سامعین! تمام فتنے آئے اور چلے گئے مگر میں آپ کی توجہ دورِ جدید کے سب سے بڑے ہندوستانی فتنہ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں، میری نظر میں ہندوستانی مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا فتنہ وہ فتنہ آر ایس ایس ہے، جس کا فل فارم ''راشٹریہ سویم سیوک سنگھ'' ہے بلا تمہید مجھے کہنے دیجیے کہ ''راشٹریہ سویم سیوک سنگھ'' فرقہ پرستوں کی ایک منظم تحریک اور فاشسٹ طاقتوں کا تجویز شدہ ایک خطرناک نظریہ ہے، اس کے قیام کے کچھ اغراض و مقاصد ہیں اور اس کا ایک طویل تاریخی پس منظر ہے، جس کو بیان کرنے کے لیے یہ چند گھڑیاں کافی نہیں، مگر آؤ میں تمہیں اس فتنہ پرور تنظیم کا تاریخی پس منظر اور اس کی داستان خونچکاں کا مختصر رباب سناتا چلوں۔

دوستو! جس وقت آزادیٔ ہند کا کارواں اپنی منزل مقصود کی تلاش میں رواں دواں تھا، جب آزادی کی چنگاریاں شعلہ جوالہ بن کر ہندوستانیوں کو جذبۂ آزادی سے سرشار کر رہی تھی اور مسلمان برطانوی سامراج کے خلاف سینہ سپر ہو کر انگریزی گولیوں کا نشانہ بن رہے تھے، ایسے نازک وقت میں اسلامی شناخت کی سرکوبی کے لیے اور مسلمانوں کے قتل و خون کا نظریہ لے کر، اسلامی ماؤں اور بہنوں کی عصمت و عفت کو پامال کرنے کے لیے اور ہندو مسلم اتحاد کو پارہ پارہ کر کے برطانوی اقتدار کی بقا کا خیال لے کر ۱۹۲۵ء میں ''وجے لکشمی'' کے دن ایک تنظیم کا قیام عمل میں آیا، جس کا بانی ہندو سنگھٹن کا حامی اور مسلمانوں کا شدھی کرن کرنے پر آمادہ ''پرمانند دیال تھا''، اس کا بانی وہ ہیڈ گوار، ساور کر اور مونجی تھا، جو سیاست کی ہندو کاری کا پیغامبر تھا، اس کا بانی نفرت و عداوت کی زہر افشانی کرنے والا وہ بلی رام اور ڈاکٹر تھولکر تھا، جو تاریخی حقائق کو مسخ کر کے انتقامی جذبات کو فروغ دینے کا روادار تھا، برہمنوادی فکر کو عملی جامہ پہنانے والا وہ ''بالا صاحب دیورس'' تھا، جس کی گندی پالیسی نے سیکولر ذہن ہندو کو بھی ہلا کر رکھ دیا، اور اس کا حامی بنچ آف

ڈاؤٹ کا مصنف ایم ایس گوالکر تھا جس کی زہریلی تحریر اور آگ اگلتے بیانات نے فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی فضا کو مکدر کر کے رکھ دیا، اس کا حامی وہ ''راجندر سنگھ رجو بھیا'' تھا، جو ہندو احیاء پرستی کا علمبردار اور مسلمانوں کے خلاف فضا ہموار کرنے کا روادار تھا۔

سامعین! اس فتنہ پرور تنظیم کے قیام کے صرف ایک سال بعد ۱۷/اپریل ۱۹۲۶ء کو ہیڈ گوار نے ایک میٹنگ بلائی اور اس شرانگیز تنظیم کا نام ''راشٹریہ سویم سیوک سنگھ'' رکھا، بھگوا پرچم بنانے کے بعد ایک قومی ترانہ تیار کیا اور اس میں مسلمانوں کو ملیچھ، زانی، اور غیر ملکی اور ڈاکو سے تشبیہ دے کر مسلمانوں کے جذبات سے کھلواڑ کرنے کا آغاز کیا، میں آپ کو بتاتا چلوں کہ یہی وہ تنظیم ہے، جس نے ۱۹۳۴ء میں ہیڈ گوار کی قیادت میں بابائے قوم گاندھی جی کے خلاف ایک ملک گیر تحریک چلائی اور بالآخر ۳۰/جنوری ۱۹۴۸ء میں ان کو اپنی گولیوں کو نشانہ بنایا، یہی وہ تنظیم ہے جس نے ۱۹۳۳ء میں تیس ہزار وظیفہ یاب فوجیوں کی ایک خونی جماعت بنام ''پی ایس پی'' تشکیل دی، جس کی بندوق کی گولیاں ہزاروں مسلمانوں کے خونوں سے شرابور ہو کر رہی۔ تاریخ کے اوراق اس بات پر شاہد ہیں کہ یہ وہ تنظیم ہے، جس نے ۱۹۷۸ء میں ودیا بھارتی، اکھل بھارتیہ اور تلچھا سنتھان نامی اسکول قائم کیا، جہاں طلبہ کو ''ہیڈ گوار'' کے نظریات سے ہم آہنگ کر کے فرقہ پرستوں کا جانباز سپاہی بنایا جاتا ہے، اور یہی وہ تنظیم ہے جس نے ۱۹۷۳ء میں بھارتیہ اتہاس سنکلپ یوجنا قائم کی، جہاں مسلم حکمرانوں کی شاندار تاریخ کو مسخ کرنے کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔

امت کے غیور فرزند! یہ تھا اس تنظیم کا مختصر تاریخی پس منظر ذرا اس کے کالے کرتوتوں کی داستان دلخراش بھی سنتے جایئے، آپ کو میں اشارہ کرتا چلوں کہ ۱۹۶۳ء میں گجرات کی زمین پر قرآنی نسخوں کے بے حرمتی کرنا ۱۹۶۴ء میں سات مرتبہ فساد پھیلا کر وہاں کے مسلمانوں کی زندگی کو اجیرن کرنا، ۱۹۷۹ء میں جمشید پوری مسلمانوں کے سولہ سو پختہ مکانوں کو نذر آتش کرنا۔ ۱۹۸۰ء میں مراد آباد کی عیدگاہوں میں نہتھے مسلم نوجوانوں کے خون سے ہولی کھیلنا، ۱۹۸۵، اور ۱۹۸۶ء میں علی گڑھ کی ماؤں اور بہنوں کی عصمتوں کو تار تار کرنا ۱۹۸۷ء

Scanned by CamScanner

میں میرٹھ ملیانہ کے مسلم گھرانوں کے خونوں سے رنگ رلیاں منانا، ۱۹۸۹ء میں بھاگلپوری بھائی اور بہنوں کا قتل عام، ۱۹۹۲ء میں بے لگام کارسیوکوں کے ذریعہ بابری مسجد کی دلخراش شہادت، حال ہی میں قرآن کریم کو نذر آتش اور اس کے خلاف احتجاج کرنے پر کانپوری مسلمانوں کو گولیوں سے بھون ڈالنا اور مارچ ۲۰۰۲ء میں ہزاروں گجراتی ماؤں اور بہنوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا کر موت کے گھاٹ اتار دینا۔ یہ تمام کے تمام بلیک کارنامے آر ایس ایس کے کالے کرتوتوں کا حصہ ہیں۔

وقت کے غیرت مند سپوتو! مسلمانوں کی بدقسمتی کہیے کہ یہ سازشی تحریک، مسلسل ترقی کی راہ پر گامزن ہے، اور ابھی سینتالیس ملکوں میں اس کی ذیلی تنظیمیں مختلف ناموں سے سرگرم عمل ہیں، خود انڈیا کے اندر تمیں ہزار تنظیمیں قائم ہیں، جن میں بجرنگ دل، وشو ہندو پریشد، شیو سینا اور بی جے پی کو نمایاں مقام حاصل ہے، آپ کے گوش گذار کرتا چلوں کہ یہ امن وامان اور انسداد دہشت گردی کی ڈھونگ رچنے والی جماعت بی جے پی بھی کوئی الگ جماعت نہیں بلکہ یہ آر ایس ایس تنظیم کا سیاسی رنگ ہے، تاریخ کے اوراق بتلاتے ہیں کہ جب ۱۹۴۸ء میں گاندھی جی کو گولیوں کا نشانہ بنانے کی جرم میں وقت کی حساس اور انصاف پرور حکومت نے اس کے تمام اراکین کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے بند کر دیا اور جب اس کے فکری پیرہن کو عملی جامہ پہنانے والا کوئی باقی نہ رہا تو آر ایس ایس کے نظریہ اور اس کے مقاصد کو پروان چڑھانے کے لیے ایک نئی جماعت بنام بھارتیہ جنتا پارٹی کی تشکیل عمل میں آئی، جس کا مخفف نام بی جے پی ہے اور آج آر ایس ایس کو اسی کی سرپرستی حاصل ہے، جس کی چھتر چھایہ میں بی جے پی اپنے منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچا رہی ہے۔

آر ایس ایس اور اس کی ہم نوا جماعت کی اسلام دشمنی کا اس سے واضح ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ مسلم پرسنل لاء پر حملے ابھی تک جاری ہیں، یکساں سول کوڈ کا نعرہ ابھی تک لگایا جا رہا ہے، آر ایس ایس کے سربراہ سدرشن کی مہم، اڈوانی کی خونی یاترا، اوما بھارتی کا

مشہور نعرہ ہندو ایک ہندو اور آئے گا ہندوستان، ملا بھاگو پاکستان، ایک دھکہ اور دو بابری مسجد توڑ دو، باجپئی کا یہ اعلان ''میں سویم تھا، ہوں اور رہوں گا'' اڈوانی کا سرکاری اہل کاروں کو یہ خوشخبری دینا کہ ''ہماری سرکار آر ایس ایس کے مطابق ہی چلے گی'' اٹل بہاری کا یہ بیان کہ ''رام مندر کی تعمیر قومی جذبہ کا اظہار ہے'' اشوک سنگھل کی اشتعال انگیزی اور کچھ دنوں قبل شدرشن کا نیا فرمان ''مسلم بدلو اپنا نام'' یہ تمام کے تمام بیانات اسلام دشمنی کا کھلا ثبوت نہیں تو اور کیا ہیں؟

ذرا پہلے نہ پہچانی نگاہ باغباں ہم نے
سمجھ جاتے تو نقشہ اور ہی ہوتا گلستاں کا

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# ...کہ

## نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جاہ جلال دیدوں

مال مانگو تو مال دیدوں، جان مانگو تو جان دیدوں
مگر یہ ہم سے نہ ہو سکے گا، کہ نبی کا جاہ وجلال دیدوں

Scanned by CamScanner

الحمدلله رب العالمين والصلوٰة والسلام علی رسوله النبی الکریم. اما بعد: اعوذباللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم. "وَوَصّٰی بِهَآ اِبْرٰھِیْمُ بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ" صدق اللہ العظیم.

جس کام کے لیے آئے ہیں وہ کام نہ بگڑے

سر جائے تو جائے مگر اسلام نہ بگڑے

معزز سامعین کرام، حاضرین جلسہ! آج کے اس تاریخی اجلاس میں مجھے جس اچھوتے موضوع پر گفتگو کرنے کا حکم دیا گیا ہے درحقیقت یہ موضوع کسی لائق وفائق شخصیت کے لیے موزوں تھا چوں کہ ''شعائر پیارے یا جان پیاری'' کا عنوان لفظی حیثیت سے جس قدر مختصر اور آسان ہے معنوی پیرائے سے اسی قدر طویل اور مشکل بھی ہے۔

نوجوانان اسلام! ایک مسلمان کی زندگی کا مبارک ترین عمل یہ ہے کہ وہ اپنے دین ومذہب اور آقائے مدنی جناب نبی کریم ﷺ کی محبت میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کردے، صداقت پر ایمان رکھنے کے باوجود دین اسلام کی حفاظت اور شعائر اسلام کی صیانت وتحفظ کے لیے جان دینے کی تڑپ تمہارے اندر پیدا نہ ہوئی تو ایمان کامل نہیں، یاد رکھو! جب تمھیں موت زندگی سے عزیز نظر آئے گی تو یہ سمجھنا کہ تم زندہ ہو اور جب تمہارے شوق شہادت پر موت کا خوف غالب آجائے تو تمہاری حالت اس مردے کی سی ہے جو قبر کے اندر سانس لینے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا ہو، اس لیے اگر تمہیں عزت کی زندگی گذارنی ہے۔ اگر تجھے اپنی عبادت

گاہوں سے پیار ہے۔ اگر مدارس و مکاتب کی فکر ہے اور شعائر اسلام کی حفاظت مقصود ہے تو تجھے بھی اپنے اکابر کی طرح میدان عمل میں آنا ہوگا۔

عہد صحابہؓ کو یاد کرنا ہوگا، خندق و خیبر اور فتح مکہ کی تاریخ یاد کرنی ہوگی

کیوں؟ اس لیے کہ تیرے اندر تو آقائے مدنی کی صداقت پائی جاتی ہے، فراست پائی جاتی ہے جذبہ پایا جاتا ہے۔

تیرے اندر تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صداقت پائی جاتی ہے

تیرے اندر تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عدالت پائی جاتی ہے

تیرے اندر عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سخاوت پائی جاتی ہے

تیرے اندر علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت پائی جاتی ہے

تیرے اندر محمد بن قاسم کی فراست پائی جاتی ہے

تیرے اندر تو صلاح الدین ایوبی اور محمود غزنوی جیسی جفاکشی اور پہاڑوں سے ٹکرانے والی قوت پائی جاتی ہے، تو وہ قوم ہے جو اپنی جان دینے کے لیے تیار ہے تو وہ قوم ہے جو اپنا مال دینے کے لیے تیار ہے اور جب مذہب پر حملہ ہوتا ہے، شعائر پہ آنچ آتی ہے تو تو بے قرار ہو جاتی ہے ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگتی ہے تیرے خون میں قوت اسلامی اور حرارت ایمانی جوش مارنے لگتی ہے۔ بالآخر دشمنوں پر خدا کا قہر بن کر گرتی ہے اور اس کو صفحہ ہستی سے مٹا کر دم لیتی ہے۔

امت کے غیور فرزندو!

آج تیری غیرت پر پردہ کیوں پڑ گیا؟ تجھے اپنے دین و مذہب اور شعائر اسلام کی فکر کیوں نہیں آج تیری عبادت گاہوں پہ حملے ہو رہے ہیں کل اذان پہ پابندی لگے گی آج مذہبی تعلیم پہ رکاوٹ لگ رہی ہے کل تیری مسجدوں کو آباد کرنے والے نمازیوں سے ٹیکس وصول کیا جائے گا، آج تیرے شعائر کی پامالی ہو رہی ہے کل تیرے مذہب کی بنیادوں کو ہندوستان سے مٹا کر اسپین و اندلس کی یاد تازہ کی جائے گی اور پھر کل تیرے وجود پر حملہ ہوگا

اور تجھے ہندوستان کی دھرتی سے بے نام ونشاں کردیا جائے گا اگر یوں ہی مصلحت کی باتیں ہوتی رہیں اور مذاکرات ومعاہدات کے ذریعے مسائل حل کرنے کے منصوبے بنتے رہے اور باطل اپنے مذموم عزم وحوصلے کے ساتھ اسی طرح دندناتا رہا، اسے بیڑیاں نہیں پہنائی گئیں تو خدا کے واسطے شعائر اسلام کی پامالی سے قبل اپنی زندگی کو موت پر ترجیح دے لو۔

نہ سمجھوگے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو!
تمہاری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں

نوجوانو! ان دشمنانِ اسلام کا عقیدہ ہے کہ اگر مسلم قوم کو ختم کیا جاسکتا ہے تو سب سے پہلے اس کے مذہب وشعائر کی بیخ کنی کرنی ہوگی، انھیں معلوم ہے کہ جب تک مسلمان آزادی کے ساتھ اپنے مذہب کی ڈیوٹی انجام دیں گے اس وقت تک کوئی بھی سپر طاقت ان مسلمانوں کو زیر نہیں کرسکتی، انھیں مسلمانوں کی ۳۱۳ رافراد کی جماعت کا ہزاروں کے مقابلے میں لڑنا یاد ہے انھیں مٹھی بھر مسلمانوں کا یہودیوں کے مقابلے میں ڈٹ جانا یاد ہے انھیں چند ہندی مسلمانوں کا انگریزوں کے مقابلے میں سینہ سپر ہوجانا یاد ہے انھیں معلوم ہے کہ مٹھی بھر مسلمان اپنے بازوؤں کی طاقت سے سپر طاقت کو زیر نہیں کرتے بلکہ انہیں ایک سچے مذہب کی طاقت حاصل ہے جس کے بل بوتے بڑی سے بڑی طاقت کو زیر کردیتے ہیں۔ اس لیے وہ مسلمانوں کو ہندستان سے مٹانے کے لیے اس کے مذہب پر حملہ کرنا چاہ رہے ہیں اور مذہب اسلام کی بنیادوں کو منہدم کرنے کے لیے اس کے شعائر کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں۔

ملت اسلامیہ کے جیالو!

ذرا آنکھیں کھولو اور اُس تاریخ کو بھی پڑھتے چلو کہ جب راجہ داہر کی قید سے نکلی ہوئی ایک غریب بیٹی کی آہ نے حجاج ابن یوسف کی آنکھ سے آنسو بہادیے تھے، محمد بن قاسم کے قلب کو بے چین کردیا تھا، بیت المقدس سے نکلی ہوئی صدا نے صلاح الدین ایوبی پر نیند

حرام کردی تھی، جب تک صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو آزاد نہیں کرایا اُس وقت تک اپنی دنیا کو ویران سمجھتا رہا۔

نوجوانو! کل ایک عرب بیٹی کی آہ نے لاکھوں عرب کے خون کو گرما دیا تھا کل ایک مسجد کی صدا نے تیرے کروڑوں دیوانوں کو بھڑکا دیا تھا۔ افسوس! کہ آج ہزاروں مساجد ومکاتب کی صدائیں تجھے نہ جگا سکی، تم اپنے مذہب وشعائر کے تحفظ وبقاء تک کے لیے تیار نہیں ہو، کیا تمھیں شعائر کے مقابلے میں جان عزیز لگ رہی ہے جب کہ حدیث پاک کے اندر آتا ہے کہ اپنے مال سے زیادہ جان کی حفاظت کرو اور اپنی جان سے زیادہ دین اسلام کی حفاظت کرو۔

اسلام کے فرزندو! خلیفہ عبدالحمید کی غیرت اور شعائر اسلام کے تئیں غیر معمولی حمیت سے سبق حاصل کرو! ١٩/ رویں صدی کے اواخر میں جب یہودیوں کا وفد خلیفہ سے ملنے گیا تھا، اُس زمانے تک خلافت عثمانیہ خاصی کمزور ہو چکی تھی اُس کی مالی حالت سسکیاں لے رہی تھی، اس جان کنی کے وقت میں صہیونی وفد خلیفہ عبدالحمید سے یوں کہتا ہے کہ اگر تم بیت المقدس کا علاقہ اور فلسطین ہمارے زیر نگیں کر دو تو ہم سلطنت عثمانیہ کے سارے قرضے چکا دیں گے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ کئی سو ٹن سونے بھی پیش کر سکتے ہیں۔ خلیفہ عبدالحمید نے دینی حمیت کا ثبوت دیتے ہوئے ایک ایسا جواب دیا تھا جسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی، خلیفہ اپنے پاؤں کی انگلیوں سے مٹی کرید کر کہتا ہے کہ اگر تم اپنی ساری دولت کے بدلے ذرا سی مٹی مانگو گے تو ہم وہ بھی نہیں دے سکتے۔

دوستو! میں نے اس واقعے کا تذکرہ اس لیے کیا ہے کہ تاکہ تمہاری غیرت کو للکاروں اور تمہارے مردہ قلوب میں جان پیدا کروں کہ کل ایک مسلمان بیت المقدس کی رتی بھر مٹی دینے تک سے انکار کر دیا تھا آج تمہاری مسجدوں کو نذر آتش کیا جا رہا ہے، سر عام اسے مسمار کیا جا رہا ہے اس کی چمکتی دمکتی تصویروں کو جھلسایا جا رہا ہے اس کے صحنوں میں کبھی سوروں کو دوڑایا جا رہا ہے تو کبھی لحم خنزیر کے لوتھڑے ڈالے جا رہے ہیں۔ کیا تمھیں

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وہ جملہ یاد نہیں جسے انہوں نے ارتدادی فتنے کے موقع سے کہا تھا "أینقص الدین وانا حی " دین اسلام میں کتر و بیونت ہو اور ابو بکرؓ زندہ رہے۔ مسلمانو! آج تمہاری حرارت ایمانی کہاں چلی گئی، تمہارے سامنے تمہارے شعائر سے کھلواڑ کیا جارہا ہے اور حد تو یہ ہے آج کہ تمہاری مسجدوں کو اصطبل خانوں میں تبدیل کیا جارہا ہے اس میں بیل اور گھوڑے تک باندھے جارہے ہیں۔

عزیز ساتھیو! رنگیلا رسول نامی کتاب کے مصنف کے قاتل کا واقعہ بھی سنتے چلو جس نے محض اس لیے قاتل بننا پسند کیا تھا کہ اس مصنف نے اس کے پیارے رسول ﷺ کی توہین کی تھی، اس کے نبی کی ذات کو متہم کیا تھا اور اُس کے محبوب ﷺ کی بے غبار شخصیت پر کیچڑ اچھالی تھی، مسلمانو! جب اس کے قاتل کی بر سر عدالت پیشی ہوئی اور اپنے بیان میں اس نے جو جملہ کہا تھا یقیناً وہ تمہاری زندگی میں اسپرٹ کا کام کرسکتا ہے، تمہارے جمود کو توڑ سکتا ہے اور تمہارے اندر اسلام اور شعائر اسلام کے حوالے سے ایک نئی امنگ پیدا کرسکتا ہے۔ اپنے بیان میں اس نے کہا تھا کہ میں ہی اس مقتول کا قاتل ہوں اور میں نے اسے اس لیے قتل کیا تھا کہ کل قیامت کے روز میدان حشر میں اپنے نبی ﷺ کے دشمن کا قاتل بن کر اٹھایا جاؤں، معاذ رضی اللہ عنہ و معوذ رضی اللہ عنہ اور خالد رضی اللہ عنہ و عبیدہ رضی اللہ عنہ کی صف میں کھڑا کیا جاؤں۔ اس طرح انہوں نے جاتے جاتے دنیائے کفر کو بتلا دیا کہ ؎

مال مانگو تو مال دیدوں، جان مانگو تو جان دیدوں
مگر یہ ہم سے نہ ہو سکے گا، کہ نبی کا جاہ وجلال دیدوں

مسلمانو! تم وہ قوم ہو جس نے ہندوستان سے برطانوی سامراج کو سات سمندر پار بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا، تم نے ہی باطل کا پندار توڑا، خباثت کی تاریکیوں میں علم و عمل کے چراغ جلائے اور ایمان و ایقان کی باد بہاری پیدا کی تم ہی کفر و شرک اور غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کا فن جانتے ہو، تم ہی رستے ناسور اور بڑھتے اضطراب، مسموم فضا اور مغربی تہذیب کا صحیح آپریشن کر سکتے ہو، تم ہی عمر رضی اللہ عنہ و حمزہ رضی اللہ عنہ کے دست راست، معاذ

Scanned by CamScanner

رضی اللہ عنہ ومعوذ رضی اللہ عنہ کی ہمت، خالد رضی اللہ عنہ وحیدر رضی اللہ عنہ کی جرأت اور رافع رضی اللہ عنہ وسمرہ رضی اللہ عنہ کی غیرت ہو، تم ہی فاتح افریقہ موسیٰ بن نصیر رضی اللہ عنہ ہو، تم ہی فاتح مصر عمر بن العاص رضی اللہ عنہ ہو، تم ہی فاتح بیت المقدس صلاح الدین ایوبی ہو، تم ہی فاتح خیبر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہو اور تم ہی فاتح مکہ و دنیا جناب محمد الرسول اللہ ﷺ کے سپاہی و جاں باز مرد مجاہد ہو۔

اس لیے اگر تمھیں شعائر اسلام سے پیار ہے اور اس کا تحفظ چاہتے ہو تو اپنی زندگی پر موت کو ترجیح دے کر اسلام اور شعائر اسلام کی حفاظت کے لیے شوق شہادت میں یہ اعلان کر دو کہ

جس کام کے لیے آئے ہیں وہ کام نہ بگڑے
سر جائے تو جائے مگر اسلام نہ بگڑے

والسلام علیکم

☆☆☆

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# نہ سمجھو گے تو

# مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو!

نمایاں ہو کے دکھلا دے کبھی اُن کو جمال اپنا
بہت مدّت سے چرچے ہیں ترے باریک بینوں میں

Scanned by CamScanner

الحمدللہ وحدہ والصلاۃ علی من لانبی بعدہ .اما بعد: قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ فی کتابہ العظیم اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ o
وَقَالَ تَعَالیٰ اِنَّ اللّٰہَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ط

وطن کی فکر کرناداں مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں
یہ خاموشی کہاں تک،لذت فریاد پیدا کر
زمیں پر تو ہو اور تیری صدا ہو آسمانوں میں
نہ سمجھوگے تو مٹ جاؤگے اے ہندوستاں والو!
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

لائق صد احترام،اساتذہ کرام ومعزز رفقاء!

آج جب ہم تاریخ کے اوراق پلٹتے ہیں اور ہماری نگاہ جب اپنے اسلاف کی قربانیوں پر پڑتی ہے تو، ہماری روحیں تڑپ اٹھتی ہیں، ہمارے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں،بدن لرزاٹھتا ہے،دل کانپنے اور دھڑکنے لگتا ہے، زبانیں گنگ اور آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں کہ وہ ہندوستان جس کی حریت کے باغ کو مسلمانوں نے اپنے خون جگر سے سینچا تھا،اس کی آزادی کے خاطر بحر ناآشنائے ساحل میں کود پڑے اور موجوں سے کھیلتے ہوئے منجدھار تک جاپہنچے تھے اور بے پناہ قربانیوں کے ذریعہ اس کو پروان چڑھایا تھا؛ آج

ان کی جدو جہد اور کدو کاوش کو یکسر بھلا دیا جارہا ہے؛ وہ ملک جس کی آزادی کے لیے شیخ الہندؒ نے ریشمی رومال کی تحریک چلائی، شیخ الاسلامؒ نے پھانسی کے پھندوں کو چوما، دار پر مسکرائے، کالے پانی کی سیر کی، جزیرے کو آباد کیا۔ آج ان کی قربانیوں کو تاریخ کے اوراق سے مٹایا جارہا ہے، وہ گلستاں جس کے حصول کے لیے مسلمانوں نے خار گلشن کو چنا تھا وہی آج مقتل کی شکل میں تیار کھڑا ہے، وہ دھرتی جس پر مسلمانوں نے پانی کی طرح اپنا خون بہایا تھا، وہی آج ظلم وستم اور جورو جفا کا تختۂ مشق بنی ہوئی ہے، یہی ملک آج ہمیں دھکے مار مار کر نکال رہا ہے، جنگ آزادی سے ہمارے نام ونشان کو مٹایا جارہا ہے، ہماری تمام تر قربانیوں کا انکار کیا جارہا ہے گویا ہمارا جنگ آزادی میں کوئی حصہ نہیں۔

دوستو! اب اس لیے بے ساختہ زبان سے نکل پڑتا ہے کہ ؎

اب کچھ نہ سمجھے یہ زمانہ ہمیں ورنہ
تہذیب وتمدن کی بقاء ہم سے ہوئی ہے
پھولوں کی جبینوں سے ٹپکتا ہے لہو کیوں
جب بھی کبھی کانٹوں کی ثنا ہم سے ہوئی ہے
ہم نے ہی تو سینچا تھا کبھی خون سے گلشن
کیوں باد سحر آج خفا ہم سے ہوئی ہے

الغرض: آزادی ہند کی کتاب کا ہر ورق مسلمانوں کی بے پناہ قربانیوں اور مسلسل جدو جہد کے نقوش سے بھرا ہے جس کے بغیر تاریخ کا ہر صفحہ ادھورا اس کا ہر باب نامکمل اور ہر عنوان پھیکا ہے۔

نوجوانان ملت! آج کا حال اشکبار ہے، آہ وبکا کررہا ہے چیخ وپکار کی صدائیں دے رہا ہے اپنی بے چارگی وبے بسی اور مظلومیت پر ذرہ ذرہ ماتم کناں ہے۔ اٹھو تو سہی دیکھو بے قصور مسلمانوں کے خون اور بے کسی وبے بسی سے مسلمانوں کے آنسوؤں کا سیلاب امنڈ رہا ہے، ہندوستان کا گوشہ گوشہ بے گناہ مسلمانوں کے خون سے بھرا پڑا ہے؛ انکی بہو بیٹیوں

Scanned by CamScanner

کی عصمت وعفت کے دامن تارتار ہیں، مسلمانوں کی زندگی سسک رہی ہے، گلشن ہندی ان کے لیے ماتم کدہ بنا ہوا ہے اور نفرت وتعصب کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔

ہائے! یہ کیسی آزادی ہے کہ مسلمانوں کی جان ومال محفوظ نہیں، ہماری عزت وآبرو پر حملہ ہو رہا ہے، ہمارے حقوق کو پامال کیا جارہا ہے، ہماری آبادیوں کو ویران کیا جارہا ہے، ہماری مساجد ومکاتب کو مسمار کیا جارہا ہے، ہماری خانقاہ ومدارس پر بنیاد پرستی کا الزام لگایا جارہا ہے، قربانی پر پابندی لگائی جارہی ہے، لاؤڈاسپیکر پر اذان کے خلاف مقدمہ بازی ہورہی ہے، خدائی قانون، قرآنی دستور اور مسلم پرسنل لاء میں ترمیم کی کوشش کی جارہی ہے۔ کہیں اوما بھارتی اعلان کرتی ہے کہ ہمارا احسان ہے کہ ہم ہندوستان میں مسلمانوں کو رہنے دے رہے ہیں، کہیں آڈوانی آگ اگل کر مسلمانوں کے خلاف نفرت وتعصب کے شعلے بھڑکا رہا ہے، کہیں بابر مسجد کی جگہ رام مندر تعمیر کرنے کا وعدہ کرتا ہے، کہیں مسلم بچوں کو وندے ماترم پڑھنے پر مجبور کیا جارہا ہے، کہیں اشتعال انگیز نعروں اور دل آزار بیانوں کے ذریعہ مسلمانوں کے جذبات واحساسات سے کھلواڑ کیا جارہا ہے، کہیں ان کے خون کو پانی کی طرح بہایا جارہا ہے۔

میرے عزیز دوستو! کیا بھاگلپور ومرادآباد کے روح فرسا واقعات بھول گئے، کیا تمھیں میرٹھ ملیانہ یاد نہیں، کیا تمھیں امرتسر اور گجرات کی خوں ریز داستاں یاد نہیں کہ سیکڑوں عورتوں کی چھاتیاں کاٹ کر اور نوجوانوں کا سر قلم کر کے انھیں آگ میں جھونک دیا انتہا پسندوں نے اپنی سفاکیت وبربریت کا ثبوت دیا۔

یہ دل دوز اور روح فرسا واقعات جب ہمارے سامنے آتے ہیں تو خون کے آنسو نکل پڑتے ہیں اور دل سے ایسی آہ نکلتی ہے کہ اگر ہمارے اسلاف واکابر کو اس کا تصور بھی ہوتا تو خدا کی قسم! وہ لوگ کبھی اس ملک کو انگریزوں کی غلامی سے چھڑانے اور ہندوستان کو آزاد کرانے کے لیے اتنی بڑی قربانیاں نہ دیتے؛ اگر انھیں یہ معلوم ہوتا کہ ہندوستان میں مسلمانوں پر ایسا دن بھی آئے گا جب مسلمان آزادی کی جگہ انگریزوں کی غلامی ہی کو

Scanned by CamScanner

پسند کریں گے تو وہ کبھی شمشیر برہنہ لے کر میدان جہاد میں نہ نکلتے۔

امت مسلمہ کے جیالو! اب ہمیں خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے کون آئے گا، اپنی مساجد و مقابر کو منہدم ہوتے ہوئے کب تک دیکھتے رہو گے۔ اگر ہماری یہی حالت رہی تو نہ معلوم کتنے چنگیز خاں ہوں گے جو تاشقند و بخارا جلائیں گے، اگر ہم نے اپنی حالت نہیں بدلی تو نہ معلوم کتنے ہلاکو پیدا ہوں گے جو اسپین و بغداد تباہ و برباد کریں گے، اگر ہمارے اندر تبدیلی نہیں آئی تو نہ معلوم کتنے تاتاری جنم لیں گے جو اصفہان و غرناطہ مٹائیں گے؛ اگر ہم میں انقلاب نہیں آیا تو نہ معلوم کتنے فلسطین و بیت المقدس ہمارے ہاتھوں سے نکل جائیں گے، اگر ہم نہیں بدلے تو نہ معلوم کتنے شہروں کو سمرقند و شیراز بنا دیا جائے گا، اگر ہمارے اندر تبدیلی نہیں آئی تو نہ معلوم کتنے شہروں کو امرتسر اور جالندھر بنایا جائے گا؛ اگر ہم یوں ہی پڑے سوتے رہے تو نہ معلوم کتنے مقامات کو میرٹھ، مرادآباد، سورت، گجرات واحمد آباد اور بھاگلپور بنایا جائے گا، اگر ہم نہیں سدھرے تو نہ معلوم کتنی مسجدوں کو بابری مسجد کی شکل دے دی جائے گی، اگر ہم نے ہوش نہیں سنبھالا تو نہ معلوم کتنی گنگا و جمنا کا پانی ہمارے گرم گرم لہو سے سرخ ہوگا؛ اگر ہم نے سمجھ داری کا ثبوت نہیں دیا تو نہ معلوم کتنے معصوم بچوں کو یتیمی کا لباس پہننا پڑے گا۔ اگر ہماری یہی حالت رہی تو ایک دن اس ہندوستان میں وہی داستان خونچکاں دہرائی جائے گی جو صدیوں پہلے مسلمانان بغداد جھیل چکے ہیں۔

حالاں کہ قرآن عظیم اب بھی مایوسیوں کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں ڈوبی ہوئی ملت کے لیے شمع امید جلائے ہوئے ہے، ناامیدی کی دبیز چادر اتار کر قرآن ہم سے چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے ''وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ '' تم ہی سربلند رہو گے بشرطیکہ مومن کامل بن کر زندگی گذارو۔ آج بھی ہم اپنے نوسوسالہ دور اقتدار کے وارث اور جانشین بن کر تاجدار ہند بن سکتے ہیں۔ لال قلعہ کا لٹتا ہوا جاہ و جلال، تاج محل کا مٹتا ہوا حسن و جمال ہم میں سے ہی کسی شاہ جہاں کو پکار رہا ہے، ٹوٹے پھوٹے کھنڈرات کی نگاہیں ہم کو مایوسانہ انداز سے دیکھ رہی ہیں۔

Scanned by CamScanner

ہندوستان کا بچہ بچہ یہ کہہ رہا ہے کہ اے خدا کیا ہمارے لیے کوئی خالد بن ولید نہیں آئے گا، جنھوں نے شام وعراق فتح کر ڈالا تھا، کیا ہمارے لیے کوئی طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر نہیں آئے گا، جنھوں نے اسپین کی فتح کا دروازہ کھولا تھا، کیا کوئی محمد بن قاسم نہیں آئے گا، جنھوں نے راجہ داہر کو لوہے کے چنے چبوائے تھے، کیا کوئی صلاح الدین ایوبی نہیں آئے گا، جنھوں نے بیت المقدس کی گود کو سجدوں کے لیے خالی کرایا تھا، کیا کوئی محمود غزنوی نہیں آئے گا جنھوں نے سومناتھ کے پادریوں کو سبق سکھایا تھا۔

امت اسلامیہ کے غیور فرزندو! آج اگر ہم انسان بن کر زندہ رہنا چاہتے ہیں تو ہمارے لیے یہی آخری کرن ہے جو کبھی غارثور میں لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کی صدا تھی اور کبھی بدر کے میدان میں اِنْ یَّنْصُرْ کُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ کا پیغام تھی۔ یہی پیغام اور یہی صدا آج بھی ایک لوٹے ہوئے کارواں کے لیے، ایک برباد شدہ قافلہ کے لیے امید کا آخری سہارا ہے۔

ملت اسلامیہ کے پاسبانو! تم انقلابی امت ہو، تم نے ہر دور میں حالات کا رخ موڑا ہے، آج بھی ہندوستان کے مستقبل کو امن وآشتی خوش حالی وترقی میں بدل سکتے ہو، اٹھو! قرآن کو پکڑو، سنت نبوی کا دامن تھامو، اپنے اندر روح بلالی اور شان فاروقی پیدا کرو، تمہارا زوال عروج واقتدار سے بدل جائے گا۔ تمہارا مستقبل تم سے اسی کا مطالبہ کر رہا ہے۔

چمن کے مالیں بنالیں گر موافق شعار اب بھی
چمن میں آسکتی ہے پلٹ کر روٹھی بہار اب بھی

وما علینا الا البلاغ

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# آزادی نسواں
# حقیقت یا فریب؟

پردے میں تجھ کو رہنا ہے اک دم عیاں نہیں
عورت ہے تو کوئی بازار کی دوکاں نہیں

Scanned by CamScanner

الحمدللہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین، اما بعد: فقد قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید، اعوذباللہ من الشیطن الرجیم ، بسم اللہ الرحمن الرحیم ۞ قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ٥

صدر محترم وحاضرین جلسہ!

بے پردہ نظر آئیں جو کل چند بیویاں
اکبر زمیں پہ غیرت قومی سے گرگیا
پوچھا جو ان سے بیویوں! پردہ کو کیا کیا
کہنے لگیں کہ عقل پرمردوں کی پڑگیا

صدر محترم وحاضرین جلسہ! آپ ادیان عالم کی ورق گردانی کرڈالیے اور مذاہب سابقہ میں عورتوں کی حیثیت کا جائزہ لیجیے، کوئی گناہوں کی دیوی کہتا ملے گا، تو کوئی مصیبتوں کا سرچشمہ بتلاتا ہوا ملے گا، کہیں وہ شوہروں کی چتا پر جلتی ہوئی نظر آئیں گی، تو کہیں شہوانیت اور نفس پرستی کا مرکز بنتی ہوئی دکھائی دیں گی۔ اگر عورت علمائے یہود کے دروازے پر محبت کی بھیک مانگنے جاتی تو اسے بدی کی جڑ اور تمام برائیوں کا منبع قرار دیکر پھٹکار دیا جاتا اور اگر علمائے مسیحیت سے اپنی عصمت کی حفاظت کی خاطر دامن پھیلاتی ہے تو اس کا استقبال شہوانیت وزناکاری سے کیا جاتا ہے، تیسری طرف اگر ہند کے پنڈت کے در کی خاک چھانتی تو یہاں شوہروں کی چتا پر جلنے کا فتویٰ صادر ہوتا، اور اگر آپ عربوں کی زندگی پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوگا کہ چھٹی صدی عیسوی میں جہاں ایک طرف اس بے

Scanned by CamScanner

چاری پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے، وہیں چاند کی شفاف روشنی میں خوشنما رنگین پردوں کے پیچھے نیم عریاں حسینوں کے جسم نازک کے ساتھ کھلواڑ کیا جاتا تھا، درندگی کی انتہا یہ تھی کہ جن کلیوں کی مسکراہٹ سے کائنات مسکرا اٹھتی ہے، اسے صرف لڑکی ہونے کی پاداش میں زندہ درگور کیا جاتا۔

جب یہ کمزور وناتواں، بے کس ومجبور اور دردر کی ٹھکرائی ہوئی دوشیزائیں اقوام عالم کے ہاتھوں ستائی جا چکیں تو خدائی قانون ''اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْراً '' کی رو سے صفحہ ہستی پر ایک ایسے انقلابی رہ نما اور ابدی قانون کا وجود ہوا، جس نے معصوم اور مغموم دوشیزاؤں وبیواؤں کو ظالم اقوام کے چنگل سے آزاد کرایا، اوران کو وہ حقوق عطا کیے، جن سے ادیان عالم نے انھیں محروم کرر کھا تھا، چنانچہ اگر عورت بیٹی کی روپ میں ہے تو اسلام ''مَنْ اُبْتُلِیَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْئٍ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُنَّ سَتْراً مِنَ النَّارِ'' کہتا ہے۔یعنی اے زندہ لڑکیوں کو در گور کرنے والو! جان لو کہ جو شخص ان لڑکیوں کی بنیاد پر آزمائش میں ڈالا گیا اور پھر اس کی اچھی طرح پرورش وپرداخت کی تو یہ لڑکیاں ان کے لیے جہنم سے آڑ بن جائیں گی، اور اگر یہ ماں جیسی عظیم ہستی کی روپ میں ہے تو اسلام ''اِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّهَاتِكُمْ '' کہتا ہے کہ اے ماؤں کے نافرمان لوگو! تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے تمہاری جنت ہے، اور اگر یہ بیوی جیسی شریک حیات کی شکل میں ہے تو اسلام ''وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ '' کہتا ہے کہ اے شریک حیات کو کمتر سمجھنے والے! تمہاری بیوی کا بھی تمہارے اوپر اتنا ہی حق ہے جتنا تمہارا ان کے اوپر حق ہے۔

سامعین! اسلام نے زندگی کی گہما گہمی اور نشیب وفراز میں مردوعورت میں سے ہر ایک کو دوسرے کا مددگار اور معاون بنا کر زندگی کے بارگراں کو دونوں کے کاندھے پر ڈالا اور ذلت وپستی سے اٹھا کر بام عروج پر پہنچا دیا، عقائد وعبادات، اخلاق وعادات، معاملات اور تعلقات کے تمام شعبوں میں انھیں وہ حقوق عطا کیے، جن سے وہ عاری تھیں، جہاں باپ کے مرنے کے بعد باپ کے ترکہ سے اسے محرومی کے سوا کچھ نہیں ملتا تھا، وہاں قرآن

Scanned by CamScanner

نے ''وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ '' کہہ کر باپ کے ترکہ میں اس کا حق متعین فرمایا، جہاں معصوم بچیوں کو زندہ در گور کرنا فخر کا باعث تھا، وہاں وَ اِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ فرما کر اس کی دوبھر زندگی کو حیات نو بخشی ،غرض یہ کہ در در کی ٹھکرائی ہوئی ستم رسیدہ اور افراط و تفریط کے حصار میں گھری عورتوں کو تحت الثریٰ سے اٹھا کر بام عروج ہی پر نہیں پہنچایا، بلکہ طاغوتی لشکروں سے چھڑا کر ابدی آرام وسکون عطا کیا، مگر اس خوف سے کہ درندہ صفت انسان اور پیشہ ور لٹیرے کہیں ان کی ردائے عصمت کو تار تار اور ان کی عفت وعظمت کے شگوفوں کو نہ مسل دیں، انھیں حکم دیا کہ شمع محفل کے بجائے گھر کی ملکہ اور رانی بنکر امور خانہ داری کی ذمہ داری سنبھال لے اور برملا یہ اعلان کیا کہ ؎

پردے میں تجھ کو رہنا ہے، اک دم عیاں نہیں
عورت ہے تو کوئی بازار کی دوکاں نہیں

وقت کے غیرت مند فرزندو! جب دور جدید کے نفس پرور اور خواہشات نفسانی کے پیروکاروں کی قوت سماع سے اسلام کی یہ آواز ٹکرائی تو فوراً ان کا ذہن گردش کرنے لگا، کیوں کہ اس طرح تو اسلام نے جنسی عیاشی کا، بے ہودہ عریانیت کا، اخلاق سوز فحاشی و بے حیائی کا اور عورتوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ اور ان کی عظمت کے ساتھ من چاہا کھلواڑ کا دروازہ بند کر دیا، اب نہ تو آزادانہ طور پر غیر عورتوں سے خواہشات نفسانی کی تکمیل ممکن ہے اور نہ ہی شہوت رانی کے پر لطف ذائقوں سے لطف اندوزی، پھر کیا تھا؟

غیر لڑکیوں سے اپنا بستر گرم کرنے کے لیے
پردہ نشینوں کی ردائے عصمت تار تار کرنے کے لیے
راہ چلتے چلتے ان کی عزت پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے
کلبوں اور آفسوں میں اپنی آنکھوں کو سرور بخشنے کے لیے
اور پارلیامنٹ اور ایوانوں میں دلوں کو سکون عطا کرنے کے لیے

ان مکاروں نے آزادی نسواں اور مساوات کا نام لے کر پردہ نشیں عورتوں اور شرم

دنیا کی پیکر کلیوں کو گھروں کی محفوظ چہار دیواری سے نکال کر سڑکوں، پارکوں، پارلیامنٹ اور آفسوں کی زینت بنا کر اپنی جنسی تسکین اور خواہشات نفسانی کی تکمیل کا سامان فراہم کیا اور ان جھوٹے محبت کے دعویداروں نے پہلے تو یہ شور مچا کر اسلام کے صاف و شفاف آئینے کو داغدار کرنے کی سازشیں رچیں کہ اسلام نے عورتوں کو گھر کی چہار دیواری میں محبوس کر کے انھیں قدرت کی دی ہوئی آزادی سے محروم کر دیا اور عورتوں کو محکوم اور مردوں کو حاکمیت کا درجہ دے کر انھیں مردوں کی غلامی میں جکڑ دیا اور جب اس سے اسلام کا چہرہ داغدار نہیں ہوا تو پھر ان روشن خیالوں نے اسلامی تعلیمات کو مسخ کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اسلام نے عورتوں اور مردوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی ہے بلکہ مذہب اسلام نے عورتوں اور مردوں کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کیا ہے، جنہیں دیکھ کر جدید طبقہ اور روشن خیال مسلمانوں کا مزاج کچھ اس طرح بدلا کہ انھوں نے بھی اپنی بیٹیوں کو گھروں سے نکال کر، بیویوں کو آفسوں، کلبوں اور شاہراہوں کی زینت بنا کر حسن پرستوں کے لیے شہوت رانی کا دروازہ کھول دیا۔

سامعین! میں آپ کو بتلاتا چلوں کہ مذہب اسلام عورتوں اور مردوں کے درمیان مساوات کا روادار نہیں بلکہ اس کا نظام، نظام عدل ہے، اور عدل و مساوات کو ایک سمجھنا اسلامی تعلیمات سے ناآشنائی کی علامت ہے، آئیے میں آپ کو بتلاتا چلوں کے مساوات کیا ہے اور عدل کس پرندے کا نام ہے؟ مساوات، تمام افراد انسانی کے تمام حقوق میں اس طرح یکساں ہونے کا نام ہے کہ با[illegible] اعتبار سے کوئی فرق نہ ہو یعنی ضارب و مضروب دونوں کو سزا دینے کا نام مساوات ہے سارق و مسروق دونوں کے ہاتھ قطع کرنے کا نام مساوات ہے، کلکٹر اور چپراسی دونوں کی تنخواہ میں یکسانیت کا نام مساوات ہے، ظالم و مظلوم دونوں کو ایک ہی کٹہرے میں کھڑا کرنے کا نام مساوات ہے، کیوں کہ حقوق میں یکسانیت کا مطلب یہی ہے، جبکہ عدل کسی فرد بشر کی حق تلفی نہ کرنے اور جس کا جو درجہ ہو اس کو وہ درجہ عطا کر دینے کا نام ہے، یعنی ضارب کو سزا دینے اور مضروب کو چھوڑ دینے، سارق کا ہاتھ کاٹ دینے اور مسروق کو

Scanned by CamScanner

بچا لینے ،کلکٹر کی تنخواہ زیادہ اور چپراسی کی تنخواہ کم مقرر کرنے کا نام عدل ہے۔ غرض یہ ہے کہ اسلام کے نظام عدل یا اسلامی مساوات کا مفہوم یہ ہے کہ ہر شخص کی ذاتی استعداد و صلاحیت کو بنیاد بنا کر انہیں حقوق عطا کئے جائیں۔ اسلام کہتا ہے کہ کسی کو ذمہ داری سونپنے سے قبل اس کی صلاحیت پر غور کرو، اس کی طاقت کا موازنہ کرو اور اس کی لیاقت کا بھرپور جائزہ لو، کیا ایک کمزور وناتواں شخص کو بھاری بوجھ دینے کا نام بے وقوفی نہیں؟ کمزور ذہن آدمی کو امور مملکت سونپ دینے کا نام پاگل پن نہیں؟ ایک جاہل وان پڑھ آدمی کو درس وتدریس کی ذمہ داری سونپنا دماغ خراب آدمی کا کام نہیں؟

سامعین! عمومی طور پر عورت فطرتاً کمزور واقع ہوئی ہے؛ نسوانی کمزوری اس کے رگ رگ میں سمائی ہوئی ہے، نرم اور گداز بدن اسے بھاری بھرکم، کام کرنے سے روکتا ہے، گھریلو انتظام میں وہ ذہنی پریشانی کا شکار ہوتی ہے، بال بچوں کی دیکھ بھال سے وہ پریشان ہو جاتی ہے تو پھر وہ ضلع، صوبہ اور ملک کے انتظام کی ذمہ داری کیسے سنبھال سکتی ہے؟ اس لیے شریعت نے ان کی ان فطری کمزوریوں کا احساس کیا اور ان کے دکھ، درد اور پریشانی کو محسوس کر کے اسے گھر کی رانی اور ملکہ بنا کر چہار دیواری کے حدود میں رکھا۔

تعجب ہے ان آزادی نسواں کے علمبرداروں پر کہ آئے دن عورتوں کا استحصال کیا جارہا ہے، روزانہ زنا بالجبر اور خودکشی کے واقعات اخبارات ورسائل کی زینت بن رہے ہیں، جہیز کے نام پر عورتوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جارہا ہے، راہ چلتے دوشیزاؤں کی عصمت دری کی جارہی ہے، باپ کے ترکوں سے انھیں محروم کیا جارہا ہے ان تمام خرابیوں اور برائیوں پر کسی کی نظر نہیں جاتی، اس درندگی کے خلاف کسی کی آواز نہیں اٹھتی ہے، یہاں پر انھیں حقوق کی پامالی نظر نہیں آتی، اگر فکر ہے تو صرف اس بات کی کہ یہ اسلام پسند لوگ اپنی بیویوں، لڑکیوں اور بہنوں کو عریانیت اور بے حیائی کی حدود پار کر کے محفلوں کی زینت، پارکوں کی رونق اور آفسوں میں اسٹاپوں کی مرکز نگاہ کیوں نہیں بناتے؟

افسوس ہے دورِ حاضر کی دوشیزاؤں پر، جوان حسن پرستوں کے نعروں میں آکر شاہراہوں،

Scanned by CamScanner

آفسوں اور پارلیامنٹ کی زینت اور لوگوں کی مرکز نگاہ بنکر اپنی فطری جاذبیت اور کشش کھو رہی ہیں۔ جب تک یہ پردہ میں تھیں ہر ایک دل میں ان کی تڑپ اور تمنائیں تھیں مگر آج وہ اپنی تمام تر متاعِ عزیز کھو چکی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ''کفیل علوی'' کو کہنا پڑا کہ:

عشق بے تاب تھا، نظارے کی خاطر پہلے
حسن بے تاب ہے اب، کوئی نظارہ کرلے

اسی آزادی کے نتیجے میں آج بے حیائی اور عریانیت کا ننگا ناچ ناچا جارہا ہے، زنا کاری اور شہوت رانی کا بازار گرم ہے، قتل و غارت گری اور اغوا کاروں کی کثرت ہو رہی ہے اور عورت۔ جسے اسلام نے گھر کی ملکہ بنایا تھا۔ لٹیروں اور اوباشوں کی داشتہ اور رکھیل بنائی جارہی ہے۔ آج کی دوشیزائیں نہیں سمجھ رہی ہیں کہ ان اوباشوں کے نعروں کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ لڑکیاں سرکاری دفاتر اور پارکوں میں ان کی آنکھوں کے لیے راحت کا سامان ہوں اور جب موقع ملے تو اپنی جنسی پیاس بجھا سکیں۔

خداوند قدوس سے دعا ہے کہ ان عورتوں سے غفلت کا پردہ ہٹادے اور انھیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے اور ایسے طریقے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، جہاں کسی کی عفت پر حملہ نہ ہوتا ہو، عزت و پاکدامنی کی چادر تار تار نہ کی جاتی ہو اور ہر ایک کے حقوق کو عادلانہ طور پر تسلیم کیا جاتا ہو، اسی روشنی کا نام ''اسلام'' ہے اور اسی ہدایت کی راہ کا نام ''صراط مستقیم'' ہے۔

وما توفیقی الا باللہ

☆☆☆

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# مدارس اسلامیہ

## حکومت کے شکنجے میں!

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن، چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو، حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

Scanned by CamScanner

نحمدك الله ونشكرك إذ هديتنا للإيمان واكرمتنا بنعمة الإسلام، وأشهد أن لا الٰه الّا الله واشهد أن محمد اعبده ورسوله اللهم صل وسلم على نبيك محمد وعلى آله وصحبه أجمعين اما بعد! فاعوذبالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم. يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِؤُا نُوْرَاللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْكَرِهَ الْكَافِرُوْنَ. صدق الله العظيم.

معزز سامعین کرام، قابل قدر مہمانان عظام!

دستور ہند میں آرٹیکل ۳۰ ر کے رو سے مسلمانوں کو تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کا نظم ونسق چلانے کا حق حاصل ہونے کے باوجود آج مسلم تنظیموں اور ٹرسٹوں کے ذریعہ قائم کردہ دینی اداروں کو متعدد خارجی مسائل کا سامنا ہے، چناں چہ مدارس اسلامیہ کے حوالے سے تمام تر تاریخی کردار وحقائق سے منھ موڑ کر دینی اداروں کو دہشت گردی کا اڈہ قرار دیا جارہا ہے، باغیانہ مزاج رکھنے کا الزام لگا کر آئے دن حملے ہورہے ہیں، مسلمانوں کو پریشان کرنے اور اسلام سے دور کرنے کی پوری کوشش کی جارہی ہے، معمولی معمولی باتوں کو ہوا بنا کر میڈیا کے توسط سے دنیا کے سامنے پیش کیا جارہا ہے، عربی مدارس کو بند کرنے اور ان پر قبضہ کرنے کا بہانہ تلاش کیا جارہا ہے، مدارس اسلامیہ جو ملک کے لیے سالمیت اور قومی یک جہتی کی پہچان ہیں انہیں ملک کے لیے خطرہ بتلایا جارہا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نائب وزیر اعظم ایل کے اڈوانی نے وزارتی رپورٹ کو بنیاد بنا کر دینی مدارس کو ملکی سالمیت کے لیے خطرہ بتاتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر مدارس کی بڑھتی

ہوئی تعداد سے ملکی سالمیت کو آنچ آتی ہے تو دوسری طرف مرکزی حکومت کو اس سے سخت تشویش لاحق ہوگئی ہے، جب کہ وزیراعظم کا یہ بیان کہ دینی مدارس کے تئیں اڈوانی جی کی رائے سے ہمیں کوئی اختلاف نہیں۔

ملک کے غداروں سے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تعلیم کا بھگوا کرن کرنے کی ناپاک کوشش، وشو ہندو پریشد کی سرگرمیاں، بجرنگ دل کا ۳۰ رلاکھ غیر مسلموں کو اسلحہ کی تربیت دینے کا ناپاک منصوبہ، مثالی ملک پر ہندوتو تھوپنے کا مذموم عزم اور شیوسینا کے غنڈوں اور رہزنوں کی ہر قسم کی دہشت گردی کیا ملک کی سالمیت اور قومی یک جہتی کی کوشش ہے؟ مراد آباد میں اقلیتوں کا بہیمانہ قتل کرنے والے کون تھے؟ سرزمین کانپور میں آگ وخون کی ہولی کھیلنے والے کون تھے؟ متھرا میں اقلیتی افراد کی لاشوں کو جلانے والے کون تھے؟ احمد آباد کے ہزاروں نوجوان، بوڑھے اور معصوم بچے بچیاں تک کو موت کی نیند سلانے والے کون تھے؟ کیا ملت کے غمخوار تھے؟ ملک کے وفادار تھے؟ نہیں ہرگز نہیں؟ بلکہ ملک میں فرقہ ورانہ فساد بھڑکانے والے اور قومی یک جہتی کو مجروح کرنے والے افراد تھے، ملک کی سالمیت اور اس کی گنگا جمنی تہذیب کو فنا کرنے والے حکومت ہند کے لاڈلے اور پیارے تھے۔

یہ ملک کی بدنصیبی ہے کہ آج مدارس اسلامیہ کو قومی وملی سالمیت کے لیے خطرہ تصور کیا جا رہا ہے ورنہ یہی وہ مدارس ہیں جنھوں نے باہمی یک جہتی اور ہم آہنگی کے فروغ میں اپنی خدمات اور کارناموں کے گہرے نقوش ثبت کیے ہیں، اور ملک کو امن وامان اور صلح وآشتی کے معمار فراہم کیے ہیں۔

ان ہی مدارس اسلامیہ نے امام انقلاب حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ، محدث جلیل حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ، شہید بالاکوٹ حضرت مولانا سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ، قائد حریت حضرت مولانا عبدالحئی بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ، سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ،

Scanned by CamScanner

قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ، بطل حریت حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ، قائد انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمتہ اللہ علیہ، عظیم مجاہد آزدی مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانی رحمتہ اللہ علیہ، غازیٔ ہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمتہ اللہ علیہ، زعیم خلافت حضرت مولانا محمد علی جوہر رحمتہ اللہ علیہ، شاعر انقلاب مولانا حسرت موہانی، مجاہد جلیل حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ، نور اللہ مرقدہم جو ملت اسلامیہ ہند کی آبرو، سمائے وطن کے آفتاب و ماہتاب اور جہادِ آزادی کے قافلۂ سالار تھے، ان سب کی ساخت و پرداخت کہاں ہوئی، ان میں شوق جہاد، جوش انقلاب اور آزادیٔ وطن کے لیے جان نثاری کا جذبہ کس نے پیدا کیا؟ یہ انہی مدارس اسلامیہ اور ان سے متعلق علمائے کرام کا توفیض ہے۔

لیکن افسوس کہ یہ مدارس جو امن و آشتی کا گہوارہ، علم و آگہی کا مینارہ اور جمہوری روایات اور ہم آہنگی و یک جہتی کے حوالے سے تاریخ کا عظیم شہ پارہ ہیں۔ دشمنان اسلام اور ملک کی فسطائی طاقتوں کی آنکھوں میں بری طرح کھٹک رہے ہیں۔ حکومت کے زیر سایہ کبھی مدارس و مکاتب میں ہندو دھرم کے خلاف سازش رچنے کا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے، کبھی مرلی منوہر جوشی جیسا بیمار ذہن انسان مدارس و مکاتب کے نصاب و نظام کے خلاف رائے زنی کرتا دکھائی دیتا ہے، تو کبھی یہ کہہ کر مدارس کو شکنجے میں کسا جارہا ہے کہ وشو ہندو پریشد مدارس و مکاتب کے خلاف خود کارروائی کرے گی، اور کبھی اکثریتی فرقے کو مدارس کے خلاف یوں ابھارا جارہا ہے کہ مدارس کی تعداد میں اضافہ ہندوستان میں اسلامی کرن کا حصہ ہے اور ابھی حال ہی میں آسام کے وزیر اعلیٰ پر مرکزی حکومت نے یہ دباؤ ڈالا کہ آسام میں موجودہ ان اسلامی مدارس پر چھاپہ مارا جائے جن کے بارے میں شبہ ہے کہ ان مدارس میں ملک دشمن عناصر پنپ رہے ہیں۔

حکومت کی یہ ناپاک سازش صرف آسام اور سرحد پہ واقع دینی مدارس کے لیے نہیں، بلکہ پورے ملک کے ہزاروں دینی مدارس اس وقت حکومت کے نشانے پر ہیں، یہ

Scanned by CamScanner

ملک کی بدقسمتی ہے کہ کبھی ندوۃ العلماء لکھنؤ پر چھاپہ ماری ہوتی ہے تو کبھی مدھیہ پردیش، گجرات، راجستھان، بہار و بنگال کے مدارس کی تلاشی لی جارہی ہے اور کبھی دارالعلوم دیو بند، جس کا قیام ہی وطن پرستی سے شروع ہوا، اسے دہشت گردی کا ہیڈ کوارٹر کہا جارہا ہے اور کبھی امن وآشتی کا گہوارہ مظاہر علوم سہارنپور پر چھاپہ مار کر اس کے قدیم روایتی کردار کو مجروح و مشتبہ قرار دیا جارہا ہے، ملک میں چل رہے ہزاروں مدارس کے ذریعہ جہادی فوج تیار کرنے کا الزام بھی انہی کے سر تھوپا جارہا ہے، حد تو یہ ہے کہ آج حکومت کے زیر اثر، مدارس و مکاتب پر بحث کرائے جانے کے شوشے بھی چھوڑے جارہے ہیں، اور صرف یہی نہیں بلکہ یہاں تک کہا جارہا ہے کہ اگر ہندوستانی عوام یہ چاہتے ہیں کہ گودھرا جیسا سانحہ مزید برپا نہ ہوں تو انھیں ان مدارس کو بند کرنا ہوگا، جن میں بدیسی پیسے بٹور کر آتنک وادیوں کو بڑھاوا دیا جارہا ہے، جب کہ واقعہ یہ ہے کہ اہل مدارس قومی خواندگی کی توسیع واشاعت میں حکومت کے ساتھ گراں قدر رول نبھار ہے ہیں۔ اس کے باوجود ان کی ناکہ بندی کیوں کی جارہی ہے، ان کی راہوں میں کانٹے کیوں بچھائے جارہے ہیں، اور مدارس اسلامیہ کو حکومت کے شکنجے مین کسنے کی کوششیں کیوں ہورہی ہیں، یہ سب ایسے بنیادی سوالات ہیں جو اپنا تفصیلی جوابات چاہتے ہیں۔

محترم سامعین! دراصل ان فرقہ پرست عناصر کو معلوم ہے کہ مدارس کی وجہ سے ملک میں اسلام کی شناخت باقی ہے وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ مدارس نے ہی ہندوستان میں اردو زبان کو باقی رکھا ہے، وہ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ ان مدارس نے مسلمانوں کو اعلیٰ شخصیتیں عطا کی ہیں، ایسی شخصیتیں جو اسلام کے دفاع میں ہمیشہ سینہ سپر رہی ہیں، ایسی شخصیتیں جن کے علم وعمل سے ملک فیض یاب رہا ہے، انھیں یہ بھی معلوم ہے کہ ان مدارس کے علماء وطلبہ نے ملک کی آزادی کے لیے ہزاروں جانیں قربان کی ہیں، اور شاید اسی جرم کی سزا دینے کے لیے حکومت اور اس کے زیر اثر تنظیمیں بے چین و بے قرار ہیں۔

میں پوچھنا چاہتا ہوں حکومت اور اس کے اہل کاروں سے کہ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں

Scanned by CamScanner

کہ مدارس سے دہشت گردی کو ہوا مل رہی ہے، جنونی جنگی نسل تیار کی جارہی ہے، اور کور فہم انسانوں کی کھیپ تیار ہورہی ہے، کیا وہ یہ نہیں جانتے کہ ''ناتھورام گوڈسے'' کسی مدرسے کی پیداوار نہیں تھا، ''بڑودا ڈائنامائٹ'' کیس کے ملزم دہشت گرد ''جارج فرنانڈیز'' کسی مدرسے کا تعلیم یافتہ نہیں تھا۔ آر ایس ایس جن کے کارسیوکوں نے بابائے قوم گاندھی جی کا قتل کیا تھا، وی ایچ پی جس نے پارلیمنٹ کے سامنے مسلمانوں کی مقدس ترین کتاب قرآن کریم کو نذر آتش کیا تھا، کیا یہ سب کے سب مدارس کے طلباء تھے؟ بابری مسجد شہید کرنے والے اڈوانی، مرلی منوہر جوشی، اوما بھارتی، پروین توگڑیا، اشوک سنگھل، ونے کٹیار، نریندر مودی اور ہزاروں دوسرے سیاہ کار کس مدرسے کے فیض یافتہ تھے؟ ملک کے غدارو تم اس کا جواب نہیں دے سکتے، کیوں کہ یہ لوگ کسی مدرسے کے فارغ نہیں، ہں بلکہ تمہاری ناپاک ذہنیت کی اپج ہیں۔

بہر حال مدارس پر جو وقت آیا ہوا ہے اس صورت حال میں محض لفظی احتجاج یا انصاف کی دہائی دینے سے زیادہ ایک منصوبہ بند حکمت عملی اپنانے کی ضرورت ہے، موجودہ حالات میں مدارس کا دفاع اور اس کے تحفظ کے لیے دفاعی واقدامی دونوں طریقۂ کار کی ضرورت ہے، اس لیے اگر تم مدارس کا تحفظ چاہتے ہو تو باہم چھوٹے موٹے فروعی اختلافات مٹانے ہوں گے، ایک پلیٹ فارم پر آکر اتحاد و یک جہتی کا مظاہرہ کرنا ہوگا، مدارس کے حوالے سے ملکی باشندوں میں پھیلائی جارہی غلط فہمیوں کی تردید پرنٹ میڈیا کے ذریعہ متعدد زبانوں میں کرنی ہوگی، اہل مدارس کو دستوری وقانونی پابندیوں کے ساتھ اپنے نظام کار اور سرگرمیوں کو کھلی کتاب کی طرح رکھنا ہوگا، مدارس کی تقریبات واجتماعات میں غیر مسلم رہنماؤں کو وقتاً فوقتاً مدعو کرنا ہوگا، اس وقت ہر محاذ پر مدارس اسلامیہ کو حکومت کے شکنجے میں کسنے کی گہری سازش ہورہی ہے، اس سازش کو توڑنے کے لیے دینی مدارس اگر آج بھی متحد نہ ہوئے تو تاریخ شاید پھر کوئی دوسرا موقع نہ دے، اس لیے ضروری ہے کہ تمام اہل مدارس اپنا وفاق بنائیں، پھر اس کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ سیاسی اور سرکاری سطح پر

Scanned by CamScanner

ہونے والے حملوں اور پروپیگنڈوں کا موثر جواب دے۔

مدارس کے تئیں نفرت کی آگ بجھانے کے لیے الکٹرانک میڈیا کا استعمال اور میڈیا سیل وغیرہ کا وجود میں لانا ضروری ہوگا، اسی طرح معتدل مزاج رکھنے والے ہندو برادران وطن کے ذہنوں میں مدارس کے تعلق سے جو کائی جمادی گئی ہے، اسے کھرچنے کے لیے ہر ممکن تدابیر اپنانے ہوں گے، اور صرف یہی نہیں اگر ضرورت ہو تو مدارس کے خلاف قدم اٹھانے والوں کو عدالت کی چوکھٹ تک گھسیٹ لاؤ کہ ہمارے پاس ملک کے آئین اور عدلیہ کے سوا اور کوئی مضبوط ہتھیار نہیں۔

مبارک ہو تجھ کو حکمرانی مخالفت بھی ہم نہ کریں گے
اگر شعار پر ہاتھ ڈالا تو تم رہو گے نہ ہم رہیں گے

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# علمائے بہار

## خدمات احادیث کے تناظر میں

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنے آستینوں میں

Scanned by CamScanner

الحمدللّٰہ وکفی سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد: قال اللّٰہ تعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید "قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ، وَقَالَ النَّبِىُّ ﷺ العُلَمَاءُ وَرَثَةُ الاَنْبِيَاءِ اَوْكَمَا قَالَ النَّبِىُّ ﷺ.

جنھیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں، زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں
جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدبیضا لیے بیٹھے ہیں اپنے آستینوں میں

محترم سامعین کرام! آج میری تقریر کا موضوع علمائے بہار، خدماتِ احادیث کے تناظر میں ہے، اس عنوان کو سنتے ہی یقیناً بہت سے نام آپ کے ذہنوں میں آ گئے ہوں گے، کیوں کہ:

منطق اور فلسفہ کا امام ملا محب اللہ صاحب سلم العلوم بہاری تھا
قطب الاقطاب بشارت کریم گڑھولوی بہاری تھا
مؤرخ زمانہ اور انشاء پردازی کے بادشاہ سید سلیمان ندوی کو بہار نے پیدا کیا
ادیب دوراں قلمی میدان کے شہسوار مناظر احسن گیلانی کی پیدائش اسی زمین پر ہوئی
مسلم پرسنل لاء بورڈ کا محرک اوّل منت اللہ رحمانی کو جنم اسی بہار نے دیا

Scanned by CamScanner

اور فقہ وفتاویٰ کی دنیا کا یکتائے روزگار مجاہد الاسلام قاسمی کی پرورش اسی بہار کی سرزمین نے کی۔

غرض یہ کہ اگر تمھیں درویش خدا کی تلاش ہے تو سرزمین بہار کا سفر کرو، اگر ادیب زمانہ کو ڈھونڈنا چاہتے ہو تو بہار کے لیے رخت سفر باندھ کر دیکھو، اگر تمھیں شاعروں کے ایک ہجوم کی تلاش ہے تو پٹنہ اور دربھنگہ کا مطالعہ کرو اور اگر تم مجاہدین آزادی کی ایک داستان خونچکاں سننا چاہتے ہو تو بکسر، اور صادق پور کی تاریخ کو دھراؤ، تمھیں معلوم ہوگا کہ کسی بھی فن کے سپوتوں کو پیدا کرنے میں سرزمین بہار نے کبھی بخالت سے کام نہیں لیا، یہی وجہ ہے کہ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کو اس حقیقت کا اعتراف ان لفظوں میں کرنا پڑا کہ "بہار کی سرزمین آج سے نہیں گوتم بدھ کے زمانے سے پر بہار چلی آرہی ہے، کیسے کیسے عالم، درویش، حکیم، ادیب، مؤرخ اور شاعر اسی خاک سے اٹھے، وہی بہار، جس کا پانی کوئی غبی پیے تو ذہین ہو جائے، یہ گیان کی سرزمین رہی اور یہاں آکر لوگوں نے گیان حاصل کی ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ یہاں بہت سے لوگ پیدا ہوئے اور یہیں کی خاک میں مل کر رہ گئے کہ انھیں دنیا جان نہ سکی، وہ خود بھی یہی چاہتے اور دور دراز سے آنے والے دعوت ناموں کے جواب میں بھی بس اتنا کافی سمجھا کہ ؎

گوشے میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے

سامعین! تاریخ کے اوراق اس بات کے گواہ ہیں کہ اسلام کا وہ سورج جو سرزمین عرب میں طلوع ہوا تھا جب اس کی تابناک کرنیں سرزمین ہند پر روشن ہوئیں، تو جہاں ہندوستان کے دوسرے صوبوں کی بزرگ ہستیوں نے قال اللہ وقال الرسول کی پرنور فضاؤں سے زمین ہند کو معطر کرنا شروع کیا وہیں سرزمین بہار کو بھی یہ فخر حاصل ہے کہ اس کے جیالوں نے فن حدیث کی وہ گراں قدر خدمات انجام دی ہیں، جو تاریخ کے اوراق میں آب زر سے لکھا جائے گا، میں حیران و پریشان ہوں کہ اس مختصر سے وقت میں اس بحر زخار کو کوزے میں سمیٹنے کی کوشش کیسے کروں ؎

سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ چھیڑوں داستاں کیسے؟ جب کہ ؎

ہزاروں نغمے وفا کے ان کی لبوں پہ آ کے مچل رہے ہیں
لبوں پہ لیکن لگے ہیں پہرے، تو بن کے آنسوں نکل رہے ہیں
زباں ہے ساکت، قلم ہے حیران، بتاؤں کیسے میں راز پنہاں
کہ بحر غم میں اٹھا ہے طوفاں، تو دریا دریا، ابل رہے ہیں

گلشن قاسمیہ کے نوامید پھولو! اگر تم علمائے بہار کی خدمت حدیث کی واقفیت چاہتے ہو تو آؤ تمھیں سرزمین بہار کی پرنور فضاؤں کا سیر کراؤں، اگر تمھیں ایک طرف ''شرف الدین احمد بن یحییٰ منیریؒ'' جیسا نیر تاباں ملے گا، تو دوسری طرف شاہ ''علی حبیب نصرؒ'' جیسا محدث زمانہ ملے گا، اگر تم ایک ایک طرف ملا عتیقؒ بہاری کی درس حدیث اور نکتہ سنجی سے لطف اندوز ہوگے تو دوسری طرف مفتی اعظم ''سہول بھاگلپوری'' کی درس بخاری اور مسلم کی گنگناہٹ سے محظوظ ہوگے، اگر ایک طرف ولایت علی صادق پوریؒ جیسا عظیم المرتبت محدث ملے گا تو دوسری طرف شیخ الہند کا لاڈلا اور چہیتا شاگرد ادریس دلویؒ ملے گا، اگر ایک طرف فخر بہار شہباز بھاگلپوری جیسا بلند پایہ محقق ومحدث ملے گا تو دوسری طرف درس حدیث سے آندھرا کی فضاؤں کو مشکبار کرنے والا زبیر احمد قاسمی ملے گا، ان میں سے ہر ایک علوم وفنون کے نیر تاباں اور آسمان ہدایت کے روشن ستارے تھے اور ہیں، ان کی فقاہت وحدیث فہمی کی شاہد، نہ صرف ہندوپاک کی سرزمین ہے بلکہ افغانستان وپاکستان عراق وایران اور مرکز علم وفن سمرقند وبخارا کے باشندگان اور شیدائیان رسالت، بزبان حال یہ کہہ رہے ہیں ؎

اولئك آبائی فجئنی بمثلهم
اذا جمعتنا یا جریر المجامع

کون نہیں جانتا محدث دہلوی، شیخ الکل فی الکل سید محمد نذیر حسین مونگیریؒ کو جس نے درس حدیث کی خوشبوؤں سے مسلسل پچاس سال تک مسجد اورنگ آباد کو مشکبار کیا، جس کی

Scanned by CamScanner

خوشبو سے آج بھی وہاں کی فضا زعفران زار ہے، اپنے وقت کا ایک ایسا بلند پایہ اور بلند مقام محدث تھا جس کی درسگاہ سے ہزاروں محدثین تیار ہوکر اطراف عالم میں علوم وفنون کی دنیا میں ایسا درخشاں چاند بن کر نمودار ہوئے کہ ؂

انگشت بدنداں ہیں زمین چاند، ستارے

علمائے بہار کی خوشبوؤں کے شیدائیو! ذرا اپنی اچٹتی ہوئی نگاہ ولایت علی صادقپوری پر بھی ڈالتے جانا جن کو نہ صرف ہندوستان وپاکستان اور بنگلہ دیش کے اہل علم اور صاحب فضیلت نے فن حدیث میں اپنا استاذ تسلیم کیا بلکہ عالم عرب کے مایہ ناز اور بے مثال محدث شیخ عبداللہ سراج عربی کو یہ کہنے پر مجبور ہونا پڑا کہ ولایت علی نے حدیث کے لفظوں کی سند مجھ سے لی ہے، لیکن معانی کی سند میں نے ''ولایت علی صادقپوری'' سے حاصل کی ہے۔

گلشن قاسمیہ کے شگفتہ غنچو! کیا یہ اسلامی تاریخ کا روشن اور درخشاں باب نہیں کہ ۱۲۷۸ھ میں صالح پور بہار کی دھرتی پر ایک ایسا روشن آفتاب نکلتا ہے، جو بیک وقت شاعر بھی تھا، ادیب بھی، صوفی بھی تھا اور فقیہ بھی، محقق بھی تھا اور جلیل القدر محدث بھی، یہ وہ ذات ہے جسے دنیا ''علامہ ظہیر احسن شوق نیموی'' کے نام سے یاد کرتی ہے، جس نے حدیث کی مستند کتاب ''آثار السنن'' تالیف فرما کر ہندوستانی علمائے احناف پر اتنا بڑا احسان کیا کہ رہتی دنیا تک کوئی عالم اس کا بدلہ ادا نہیں کرسکتا۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کا ہندوستان کے عظیم المرتب اور باوقار علماء،

علامہ تھانوی، جامع الآثار واعطاء السنن میں

مولانا خلیل احمد سہارنپوری، بذل المجہود میں

مفکر اسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، فتح الملہم میں

شیخ زکریا، اوجز المسالک میں

اشفاق الرحمٰن کاندھلوی، الطیب الشذی میں

اور محدث کبیر انور شاہ کشمیری، فیض الباری میں

Scanned by CamScanner

جابجاقال النیموی یاقال العلامة النیمی کہ کران کی تحقیقات کا حوالہ پیش کرتے ہیں، حتی کہ ابن حجر ثانی علامہ کشمیریؒ کو ان کے علم وفضل اور جلالت شان کا اعتراف ان لفظوں میں کرنا پڑا کہ ''چودھویں صدی میں علامہ نیمویؒ کا پیدا ہو جانا نہایت تعجب کی بات ہے''

علمائے بہار نے جہاں ایک طرف درس وتدریس اور تعلیم وتعلم کے ذریعہ قال اللہ اور قال الرسول کی خوش کن آواز سے عاشقان علوم نبوت کے لیے راحت کا سامان مہیا فرمایا وہیں دوسری طرف تصنیف وتالیف کے ذریعہ بھی حدیث نبوی کی وہ عالمگیر خدمت انجام دی ہے جہاں پہنچنے کے لیے اقوام عالم کو سالہا سال درکار تھے اگر تالیفی وتصنیفی اعتبار سے علمائے بہار کی خدمات کو جاننا چاہتے ہیں تو علامہ نیمویؒ کی حبل المتین، رداء السالکین، اور جلاء العین فی رفع الیدین کو اور شاہ عزالدین پھلواروی کی علوم الحدیث کو دیکھو، اگر تم پڑھنا چاہتے ہو تو مناظر احسن گیلانی کی تدوین حدیث اور ابراہیم آروی کی طریق النجاۃ کو پڑھو، اگر فقہی بصیرت اور حدیث فہمی کا پتہ لگانا چاہتے ہو تو شمس الحق عظیم آبادی کی ''غایۃ المقصود فی حل ابی داؤد'' اور عون المعبود علی سنن ابی داؤد کا مطالعہ کرو اور رجاؤ فضل الباری شرح ثلاثیات بخاری ہدیۃ اللوذی بنکات الترمذی کے اوراق کو پلٹو، التعلیق المغنی علی دار قطنی اور تعلیقات علی اسعاف المبطا برجال الموطا کی ورق گردانی کرو اور بتلاؤ کہ کس قدر علوم وفنون کے نایاب گوہر اور خزائن چھپے پڑے ہیں، ہماری خدمات کا انکار کرنے والو! بتلاؤ دنیا کو مجمع البحرین جیسی جامع حدیث کی کتاب کس نے دیا، ریاض السنۃ کس کی ہے، تعلیقات علی نسائی کس نے دیا؟ اور علوم الحدیث کی تصنیف کس نے کی؟ چار جلدوں میں سواء الطریق اور النجم الوہاج فی شرح مقدمہ مسلم بن الحجاج کس کے قلم کی جولان گاہ ہے؟

اگر تمھیں ہمارے اسلاف کی خدمات اور اشاعت اسلام کی داستان سننے کی خواہش ہے تو جاؤ اور پوچھو۔

مسجد اورنگ آبادی کے میناروں سے

رحمانیہ مونگیر کی در و دیواروں سے

Scanned by CamScanner

احمدیہ آرہ کے خوشنما گلزاروں سے
شمس الہدیٰ پٹنہ کی چہار دیواری سے
امدادیہ دربھنگہ اور محمود العلوم دملہ کے دریچوں سے
مدرسہ سلہٹ کی مہکتی کلیوں سے
مدرسہ ملا چک بھاگلپور کے زعفران زار فضاؤں سے
مطبع خلیلی آرہ کے چپے چپے سے
عثمانیہ اجمیر اور سبیل السلام حیدرآباد کے ذرے ذرے سے۔

یہ تمام کے تمام ہمارے عشق رسول اور حب نبوی کی داستان سنائیں گے اور ہر جگہ ہمارے اسلاف کی خاموش آواز سے قال اللہ قال الرسول کی فضائیں گونجتی نظر آئیں گی۔ اور گنگناتی ہوئی یہ آواز پردہ سماع سے ٹکرائے گی کہ ؎

پتہ پتہ، بوٹہ بوٹہ حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے
نہیں منت کش تاب شنیدن داستاں میری
خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری
اٹھائے کچھ ورق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری۔

آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کفر و اسلام کی معرکہ آرائیاں تاریخ کے آئینے میں

تو نہ مٹ جائے گا ایراں کے مٹ جانے سے
نشہ مئے کو تعلق نہیں پیمانے سے

Scanned by CamScanner

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد: قال الله تعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید: اعوذبالله من الشیطان الرجیم. بسم الله الرحمن الرحیم ۔قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا وقال فی موضع آخر. یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِؤُا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْکَرِهَ الْکَافِرُوْنَ "ﮦ صدق الله العظیم

اٹھو چراغ حیات بن کر، پڑھو عمل کی کتاب بن کر
قدم کو چومے گی سربلندی، متاع حسن وشباب بن کر
جمود توڑو سکوت چھوڑو، عروس راحت سے منھ کو موڑو
چلو شہادت کی راہ پر تم بھی، دلوں میں عزم ثواب لے کر

جناب صدر اور لائق صد احترام حکم متکلم قابل قدر مہمان گرامی اور محترم سامعین! تاریخ کے اوراق اس بات کے گواہ ہیں کہ اس سرزمین پر حق وباطل کا تصادم روز اوّل ہی سے جاری ہے اور یہ سرزمین ہر زمانے میں کفر وایمان کی رزم گاہ خیر وشر رہی ہے، باغ محمدی کو جلانے اور خاکستر کرنے کا سلسلہ ابتدائے آفرینش ہی سے قائم ہے، شرک واسلام کا ٹکراؤ ہر زمانے میں رہا ہے اور ہر دور میں چراغ محمدی کو بجھانے کی سازشیں رچی گئیں لیکن یہ بھی ایک روشن حقیقت ہے کہ جب بھی کسی فرعون وقت نے اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کا نعرہ بلند کیا اسی وقت کوئی موسیٰ کا جلال بھی آیا، جب بھی کسی نمرود زمانہ کی اَنَا وَلَا غَیْرِیْ کی صدائیں بازگشت ہوئیں، اسی دم کوئی خلیل بت شکن کا دست بے باک بھی نمودار ہوا۔

سامعین! اسلام کی پوری سوا چودہ سوسالہ تاریخ بتلاتی ہے کہ جب کفر قریش مکہ کی شکل

Scanned by CamScanner

میں آیا تو اسلام ''محمد بن عبداللہ ﷺ'' کی شکل میں آیا ہے، جب کفر ''شرحبیل'' کے صورت میں آیا تو اسلام ''خالد بن سیف اللہ رضی اللہ عنہ'' کی شکل میں آیا، جب کفر ''مسیلمہ کذاب'' بن کر نمودار ہوا تو اسلام ''وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ'' کی صورت میں آیا، جب ۲۲ھ میں کفر شاہ ایران کی شکل میں آیا تو اسلام سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی شکل میں آیا، جب ۹۲ھ میں کفر شہنشاہ اندلس راجہ راڈک کی شکل میں آیا تو اسلام طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیرؒ کے لبادہ میں آیا، جب ۹۳ھ میں کفر سربراہ سندھ راجہ داہر بن کر آیا تو اسلام محمد بن قاسمؒ کی شکل میں آیا جب ۱۱۴ھ میں کفر کا سرخیل حاکم فرانس چارلس مارٹل کی شکل میں آیا تو اسلام عبدالرحمٰن واقفی بن کر آیا، جب ۳۷۲ھ میں رئیس پشاور جے پال نے غزنی کو تباہ کرنا چاہا تو اسلام سلطان سبکتگینؒ کی شکل میں آیا جب ۳۹۸ھ میں راجہ آنند پال کی ریشہ دوانیاں بڑھیں تو اس کا سر محمود غزنویؒ نے توڑا، جب تیسری اور چوتھی صدی میں کفر فلسفہ یونان اور باطنیت کے لبادہ میں آیا ۴۵۰ھ میں امام غزالیؒ وجود میں آیا۔ جب ۵۳۹ھ میں صلیبیوں نے اہل ایمان کو للکارا تو اتابک عماد الدین زنگیؒ میدان میں آیا، جب اسی صدی کی ۵۹ھ کو مقام بانیاس میں نصاریٰ نے سر ابھارا تو اسلام نور الدین زنگیؒ کا آہنی تلوار بن کر آیا، جب کفر صلیبی عیسائیوں کی شکل میں آیا تو اسلام سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی صورت میں آیا، جب ۶۵۶ھ میں کفر ہلاکو، چنگیز اور تاتاریوں کی خوفناک صورتوں میں آیا تو اسلام ابن تیمیہؒ کی شکل میں آیا، جب دسویں صدیں میں کفر شاہ آرمینیہ اور سلطان ہند ''جلال الدین محمد اکبر'' کی شکل میں آیا تو اسلام سلیم خاں اوّل اور مجدد الف ثانیؒ کی شکل میں آیا۔ جب گیارہویں صدی میں کفر انگریزوں کا ناپاک قدم بن کر آیا تو اسلام شاہ ''ولی اللہ'' کی شکل میں آیا، جب بارہویں صدی میں کفر پنڈت دیانند سرسوتی کی شکل میں آیا تو اسلام مولانا قاسم نانوتویؒ کی شکل میں آیا۔

غرض یہ کہ جب بھی بت پرستوں نے حق پرستوں کو للکارا تو حق پرستوں کی ایک جماعت نے آگے بڑھ کر اس للکار کو قبول کیا اور وہ مردانہ وار، سر بکف کفن بردوش ہو کر میدان میں آنکلے اور نخل باطل کو چکنا چور کر دیا۔ جس کے نتیجے میں بدر کا میدان، احد کی

Scanned by CamScanner

پہاڑی، خندق کی لڑائی اور آتش کدہ ایران ہمارے قبضہ میں رہا، اندلس کی سرزمین، البرا کا میدان، فرانس کا معرکہ اور بھروچ کی زمین کے تنہا ہم مالک رہے، بھاقنہ کی گلی، افریقہ کے جنگلات اور ہندوستان کا صوبہ پشاور ہمارے زیر حکومت رہا، مصر سے ایشیائے کوچک تک فارس سے اسکندریہ تک اور خراسان سے آذربائیجان تک اسلامی جھنڈا ہم نے لہرایا، فرانس کا صوبہ اکٹیانا اور بورگونیا سے کوہ قاف تک اور ہندوستان کی سرحد آسام سے کنیا کماری تک نعرۂ توحید ہم نے بلند کیا۔

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں
خشکیوں میں کبھی لڑتے، کبھی دریاؤں میں
دی اذانیں کبھی، یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی، جہانداروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

سامعین کرام! واقعہ یہ ہے کہ پہلی صدی ہجری مطابق چھٹی صدی عیسوی سے لیکر تیرھویں صدی ہجری تک کسی نہ کسی صورت میں پوری دنیا کی حکمرانی ہمارے ہاتھ میں رہی، اور پوری دنیا کی تہذیب وثقافت کی باگ ڈور ہم نے ہی سنبھالی تھی لیکن اکیسویں صدی سے قبل ذرا بیسویں صدی عیسوی کا جائزہ لیجئے تو آپ پر یہ بات عیاں ہوجائے گی کہ اس صدی میں عالم اسلام نہایت پریشان کن حالات سے دوچار ہوا، چنانچہ ۳ر مارچ ۱۹۲۴ء کو مصطفیٰ کمال پاشا کے ہاتھوں خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا، ۱۴ر مئی ۴۸ کو دنیا کے نقشے پر ایک صیہونی ریاست اسرائیل کا ظہور ہوا جسے ایک منٹ بعد امریکہ اور دو منٹ بعد روس نے تسلیم کیا، اسی صیہونی ریاست نے ۱۹۶۷ء بیت المقدس پر غاصبانہ قبضہ کرلیا، اتنا ہی نہیں بلکہ اسی صدی کی اکتوبر ۱۹۱۸ء میں فرنچ جنرل گوڑ د فاتح بیت المقدس کے قبر کے پاس پہنچا اور اپنے ناپاک قدم سے قبر مبارک کو ٹھوکر مارنے کے بعد للکار کہا کہ ”لو صلاح الدین! ہم تمام

اور بیت المقدس پر قبضہ کر کے یہاں تک پہنچ گئے تم کب تک اپنی نیند سوتے رہو گے"۔

بزم سجاد کے اس تاریخ ساز جلسے میں شریک ہونے والے امت کے غیور فرزندو! بیسویں صدی کی کفر و اسلام کی معرکہ آرائیوں میں ذرا اپنی مغلوبیت کی داستاں بھی سنتے جانا اور یہ بتلاتے ہوئے چلنا کہ ۱۹۹۱ء میں یہود و نصاریٰ کا جزیرۃ العرب میں داخل ہونا ۱۰ار اگست ۱۹۹۳ء کو عالمی فنڈ کا سوڈان کی رکنیت معطل کر دینا۔ ۱۸ر اگست ۱۹۹۳ء کو اسے دہشت گرد ملک قرار دیا جانا، ۹۸-۱۹۹۹ء میں سربوں کے ذریعہ مسلمانوں کا قتل عام، اسرائیل کے ذریعہ ہزاروں مسلمانوں کو بے دردی سے قتل کر دیا جانا ۱۹۹۹ء میں روس کا چیچنیا پر جارحانہ حملہ اور شہر گروزنی کا اینٹ سے اینٹ بجا دینا ۱۹۸۷ء میں مسلمانوں کے کروڑوں املاک کی بربادی اور عراق و ایران کی آٹھ سالہ خانہ جنگی میں غیروں کا ہاتھ ہونا یہ کفر و اسلام کی معرکہ آرائیاں نہیں اور تو کیا ہیں۔

دوستو! چھوڑو دنیا کی تاریخ! ذرا اپنے ملک کا جائزہ بھی لیتے چلنا کہ بھارت کی کفریہ طاقتوں نے ہمارے ساتھ کیا کیا سلوک کیا، کبھی مسلم پرسنل لاء میں تبدیلی کا مطالبہ کیا گیا تو کبھی یکساں سول کوڈ کا نعرہ لگایا گیا، کبھی مساجد و مقابر پر یلغاریں کی گئیں، تو کبھی تاریخی اماکن پر قبضہ کیا گیا حتیٰ کہ ۶ر دسمبر ۱۹۹۲ء میں بے لگام کارسیوکوں کے ذریعہ مسلمانوں کی عظمت کی نشان چار سو سالہ پرانی بابری مسجد کو شہید کر دیا گیا، جگہ جگہ ماؤں اور بہنوں کی عصمتیں لوٹی گئیں تو قریہ قریہ بھائیوں کا قتل عام ہوا۔ کہاں تک سناؤں دوستو! روداد غم بس یوں سمجھو کہ بیسویں صدی کے ڈوبتے سورج کی سرخی میں کوسوو فلسطینی اور کشمیری مسلمانوں کا ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کا خون شامل تھا۔

گولیاں چلتی تھیں کھل جاتے تھے توپوں کے دہن
بم برستا تھا، اجڑتا تھا محبت کا چمن
کانپ اٹھتی تھی، جبینوں پر محبت کی کرن
زندگی بنتی تھی اک لاشہ بے گور و کفن

دوستو! بیسویں صدی کا آخری سورج مسلمانوں کے خون کی سرخیوں کے ساتھ مغرب میں جا کر غروب ہو گیا، لیکن ایسا لگتا ہے کہ اکیسویں صدی کے اُگتے سورج کو اپنی قائم مقامی کے لیے چھوڑ گیا ہے۔ ابھی اس صدی کو ایک سال بھی نہیں گذرے تھے کہ کبھی باجپئی کا یہ بیان اخباروں کی زینت بن رہا ہے کہ مسلمانوں کا وجود جہاں ہے وہاں دہشت گردی کو فروغ مل رہا ہے، تو کبھی اڈوانی اور توگڑیا کی زہر افشانی مسلمانوں کے دلوں پر نشتر بن کر لگ رہی ہے، کبھی آیت جہاد کو مصحف قرآنی سے نکالنے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے تو کبھی ہندوستان سے اسلام کا بھارتیہ کرن کرنے اور اپنے مقدس مقامات سے رشتہ توڑ لینے کے مشورے دیئے جا رہے ہیں۔ ایک طرف اگر دہشت گردی کا راگ الاپ کر افغانستان پر بم باری کی گئی تو دوسری طرف شیطان باپ کا شیطان بیٹا جارج ڈبلو بش عراق کو اپنی جارحیت کا نشانہ بنا رہا ہے۔ اگر ایک طرف ایران کو تہس نہس کرنے کے پلان بنائے جا رہے ہیں تو دوسری طرف اسرائیلی جارحیت کا گن گایا جا رہا ہے۔

ایک طرف تحریک استشراق کے ذریعہ اسلامی عقائد و کردار پر یلغار ریں لی جا رہی ہیں تو دوسری طرف پیغمبر اسلام کی پاکیزہ ذات پر الزام تراشی، شریعت اسلامی کے مآخذ و مصادر میں شکوک وشبہات پیدا کرنا، اسلام کو خرافات کا مجموعہ مسلمانوں کو روحانیت و اخلاق سے عاری اور قتل وغارت گری کا پیکر ثابت کرنا، مستشرقین، عالمی ذرائع ابلاغ اور میڈیا کا کمال شمار کیا جا رہا ہے۔ آخر بتاؤ تو سہی اسلامی بنیاد پرستی، اسلامی جنون پسندی، اسلامی انتہا پسندی اور اسلامی دہشت گردی جیسے القاب کس کے دیے ہوئے ہیں؟ یہ سب کے سب اسلام کے خلاف کی گئی سازشوں کا شاخسانہ ہی تو ہے۔ آج سیاست ومعیشت، تاریخ وادب اور علوم عمرانیہ کے ذریعہ الحاد وتشکیک کا کام لے کر مذہب بیزاری اور ذہنی انتشار پیدا کیا جا رہا ہے۔ قسم قسم کے اخلاق وایمان اور انسانیت سوز فتنوں کا دور دورہ ہے۔ مادیت والحاد پرستی ہر وقت آنکھیں ملانے کے لیے تیار ہے اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب نئے نئے روپ میں آکر نبوت محمدی کو چیلنج کر کے دین محمدی کے قلعوں میں شگاف پیدا کر رہا ہے۔

Scanned by CamScanner

دوستو! دورِ جدید کی یہ کفریہ سازشیں اور موجودہ زمانے کے یہ حالات ہم مسلمانوں کے لیے کھلا چیلنج ہیں کہ اگر تجھے عزت کی زندگی گذارنی ہے اگر تجھے عبادت گاہوں سے پیار اور مکاتیب و مدارس کی فکر ہے اور اگر تجھے اپنی ماؤں اور بہنوں کی عزت و عصمت کا پاس ولحاظ رکھنا ہے تو آ قومیت و وطنیت اور بغض و عداوت کی زنجیریں توڑ کر ایک وحدت ملی کے اندر جذب ہو کر بقا و ارتقاء کی جنگ لڑ اور پچھلی ایک صدی کی تباہی پر نوحہ خوانی اور گریہ کناں ہونے کے بجائے حالات سے سبق آموز ہو، کیوں کہ ہماری تاریخ گواہ ہے کہ زمانہ سے متاثر ہونے کے بجائے مؤثر بن کر ابھرے ہیں۔ اسلام کا کوئی دور دفاع اور چیلنجوں کا مقابلہ کرنے سے خالی نہیں رہا، کفر چاہے کتنا ہی آگے بڑھ جائے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے میں نہ کامیاب ہوا ہے اور نہ ہوگا تحریکیں اٹھتی ہیں اور اٹھتی رہیں گی۔ مردان کار پیدا ہوئے ہیں اور ہوتے رہیں گے اور باطل صفحہ ہستی سے مٹا ہے اور مٹتا رہے گا۔

دیکھ کر رنگِ چمن نہ ہو پریشاں مالی
کوکب غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی
خس وخاشاک سے ہوتا ہے گلستاں خالی
گل برانداز ہے خون شہدا کی لالی
تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے
نشہ مئے کو تعلق نہیں پیمانے سے
ہے عیاں یورش تارتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

امت مسلمہ کے غیور فرزندو! ان حالات اور چیلنجوں کا سامنا کرنے کے لیے اپنے اندر ایمان کی نئی روح، دلوں میں یقین کی طاقت اور بازوؤں میں تلواروں کے تھامنے کی قوت اور ذہن و دماغ میں علمی وعملی لیاقت پیدا کر کے اصلاح دین اور دفاع اسلام کے لیے میدان میں کود جا اور باطل کا مقابلہ کرنے کے لیے ایسے افراد پیدا کر، جو حق و باطل کے

معرکۂ کارزار کے شہسوار اور علمی و عملی دونوں لائنوں سے باطل کا پنجہ مروڑنے والے ہوں۔
کیوں کہ ؎

پاک ہے گردِ وطن سے، سرِ داماں تیرا
تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا
قافلہ ہو نہ سکے گا، کبھی ویراں تیرا
غیر یک بانگ تیرا، کچھ نہیں ساماں تیرا

خدائے پاک ہمیں ایمان و یقین کی گرمی عطا فرمائے۔

وما توفیقی الا باللہ

☆☆☆

Scanned by CamScanner

# ہندوستانی مسلمان آزادی سے پہلے

# اور

# آزادی کے بعد

یوں ملے ہم سے وطن کے لوگ آزادی کے بعد
جیسے بے حس باپ کوئی دوسری شادی کے بعد

Scanned by CamScanner

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد!

ہم ہیں ہندی، ہمیں اس بات سے انکار نہیں
ہم وطن دوست ہیں، غیروں کے طرف دار نہیں
ہم ہیں منزل کا نشاں، راہ کی دیوار نہیں
ہم وفادار ہیں اس دیش کے، غدار نہیں
ہم کوئی فتنہ گروغاصب واغیار نہیں
پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں

جناب صدر، لائق صد احترام مہمانان کرام اور محترم سامعین! ہندوستان کی سرزمین کا گوشہ گوشہ اور گلستان ہند کا پتہ پتہ، بوٹہ بوٹہ، اس بات پر شاہد ہے کہ جب ہندوستان کی سرزمین پر، تن کے گورے مگر من کے کالے انگریزوں کا ناپاک سایہ پڑا اور جب یہ سازشی قوم ہندوستان کے تخت وتاج کا مالک بن بیٹھی تو سب سے پہلے انگریزی اقتدار کے خلاف علم بغاوت ہم نے بلند کیا، راستے کی قربت ودوری سے بےفکر اور چپ وراست کی طرف التفات کیے بغیر، ذہنی وفکری پریشانی سے لاپرواہ اور راہوں کے خطرات ووساوس سے بے خبر ہو کر ملک کی آزادی کی تلاش میں کبھی ہم نے پھانسی کے پھندوں کو چوم کر منزل کا نشان پوچھا، تو کبھی ریوالور کی لبلبی پر انگلیاں ہم نے رکھی، کبھی ہم نے برسر عدالت نغمہ آزادی سنائی تو کبھی ہم نے افغان کی پہاڑیوں کو اپنا نشیمن بنایا، کبھی ہم نے حجاز مقدس اور ترکی کی خاک نشینی کو اپنا نصب العین بنایا، تو کبھی مالٹا کی کوٹھریوں کو اپنا وطن بنایا۔ اس طرح صدیوں کی غلامی کے بعد ہماری قربانیوں کی بدولت ۱۵ر اگست ۴۷ء کو ہمارا ملک انگریزی اقتدار سے

Scanned by CamScanner

آزاد ہوا اور ہم نے بہت سوچ سمجھ کر جمہوریت کا راستہ اختیار کیا، کہ مختلف ادیان و نداہب اور نظریات و عقائد کے حامل کروڑوں ہندوستانی خود مختار و آزادی کی حقیقی دولت سے سرفراز ہو سکیں لیکن ۔

یوں ملے ہم سے وطن کے لوگ آزادی کے بعد
جیسے بے حس باپ، کوئی، دوسری شادی کے بعد

وقت کے غیور فرزندو! آزادی کے فوراً بعد یہ حقیقت کھل کر سامنے آئی کہ یہ آزادی حقیقت میں ہمارے لیے جدید غلامی کا پیغام تھی، نئے سیاست دانوں کی آمد ہمارے لیے مظلومیت کا پیش خیمہ تھی اور پارلیامنٹ کے نئے ممبران ہماری بے بسی کی بولتی تصویر تھے؛ ذرا اٹھاؤ تاریخ! اور موازنہ کرو برطانوی سامراج اور ہندو سنگھٹن کا اور بتاؤں کہ کیا انگریزی دور حکومت کے بعد بھارتی حکمرانوں نے ہمیں چین کا سانس لینے دیا؟ نہیں، نہیں، سو بار نہیں؛ کیوں کہ اگر ۱۳راپریل ۱۹۱۹ء کے حادثہ جلیانوالہ باغ کا سہرا انگریزوں کے سر جاتا ہے تو آزادی کے بعد ۴۷ء کے مسلم کش فساد میں ''پنڈت نہرو'' کی انگلیاں رنگین نظر آتی ہیں، اگر ۱۸۵۷ء کے بعد لاکھوں مسلمانوں کو پھانسی کے پھندوں پر لٹکانے میں ''روڈ دلہوزی'' کا نام نمایاں ہے تو ۱۹۷۹ء میں جمشید پوری مسلمانوں کے سولہ پختہ مکانوں کو نذر آتش کرنے کا کلنک ''چرن سنگھ'' کے ماتھے پر بھی ہے، اگر امرتسر کی خونی داستان سے انگریزی گولیاں شرابور نظر آتی ہیں تو ۱۹۸۰ء میں مرادآباد کی عیدگاہ کی داستان دلخراش سے اندرا کا دامن داغدار ہے، اگر ۴۲ء میں ہزاروں پنجابی مسلمانوں کو گولیوں سے بھوننے کا الزام برطانوی سامراج کے سر ہے تو ۸۵،۸۶،۸۷ء میں علی گڑھ اور احمد آباد فسادات کے پیچھے ''راجیو'' کی زندگی نمایاں ہے، اگر آزادی سے قبل کربلائے کانپور کا شرمناک واقعہ سفید فام انگریز کی سفاکیت کا گواہ ہے تو ۹۲ء کے فسادات کا ٹیکہ ''نرسمہاراؤ'' اور ''ایڈوانی'' کے ماتھے پر بھی ہے اگر ۱۸۵۷ء میں دو لاکھ قرآنی نسخوں کو جلانا انگریزی دور کا شرمناک واقعہ ہے تو ۲۰۰۰ء کے قرآن سوزی میں ''اوما بھارتی'' اور ''باجپئی'' کا دامن داغدار ہے۔ اگر ۱۸۶۰ء میں چودہ ہزار مسلمانوں کو جیل کی

سلاخوں کا سامنا کرنا پڑا تو آج بھی لاکھوں مسلمان ٹاڈا اور پوٹا کی مصیبتوں میں گرفتار ہیں، اگر کل جذبہ جہاد کو ختم کرنے کی سازشیں کی گئیں تو آج آیت جہاد کو مصحف قرآنی سے ہٹانے کا مطالبہ ہے، اگر کل اسلام مخالف سرگرمیاں تیز کرنے کے لیے عیسائی مشنریاں قائم ہوئیں تو آج مسلم تاریخ کو مسخ کرنے کے لیے ''بھارتیہ اتہاس'' اور ''سنکلپ یوجنا'' کا قیام ہے، اگر کل ہمارے خون سے دریائے راوی کی خشمگیں موجیں سرخ تھیں، تو آج ممبئی، بھاگلپور، کانپور اور گجرات کی سرزمین غمزدہ ہے، اگر کل ہمارے لہو سے شاملی کا میدان اور بالاکوٹ کی پہاڑیاں لالہ زار بنیں تو آج بہار شریف اور گجرات کی زمین ماتم کناں ہے، اگر کل مالٹا کی تاریک کوٹھریاں ہمارے مقدر میں تھیں، تو آج جیل کی سلاخیں ہمارے انتظار میں ہیں۔

آخر بتاؤ! کہ کل اور آج، غلامی اور آزادی میں کیا فرق رہا، سوائے اس کے کل غلامی کا کلنک ہمارے سر تھا تو آج آزادی کا لیبل ہماری پیشانی پر ہے مجھے کہنے دیجیے کہ میرے لیے وہ غلامی اچھی تھی، جس نے دارالعلوم دیوبند کو پھلنے اور پھولنے کا موقع دیا، علی گڑھ کو چمکنے اور چمکانے کا موقعہ دیا، بابری مسجد میں نماز پڑھنے اور پڑھانے کا موقع دیا اور ندوہ کو بننے اور بنانے کا موقع دیا لیکن؛ تم نے تو کبھی علی گڑھ کو اور دارالعلوم کو بند کرانے کی سازشیں رچی، تو کبھی ندوہ اور علی میاںؒ کی عزت کو نیلام کیا، کبھی بے لگام کارسیوکوں کے ذریعہ بابری مسجد کو شہید کرایا، تو کبھی جامعہ ملیہ کے طلبہ کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا، حتی کہ دارالعلوم کے بے قصور طلبہ کو بم سے اڑا کر اپنی سفاکیت کا وہ ثبوت پیش کیا جسے سن کر تاریخ انسانی بھی ششدر رہ جائے گی۔

بارود سے جھلسی ہوئی لاشوں کے نظارے
ماؤں کی تمنائیں، بوڑھوں کے وہ سہارے
آنچل وہ کس سر کا کس مانگ کے تارے
گئے شوق شہادت لیے سینے میں وہ سارے

ملت کے غیرت مند فرزندو! کسے معلوم تھا کہ، جس دیش کو ہم نے گہوارۂ امن اور

مرکز علم وفن بنایا، تاج محل کی خوبصورتی ورعنائی سے جس کو سنوارا، جامع مسجد کی پاکیزگی سے جس کو نوازا، قطب مینار کی بلندی سے جس دیش کا معیار بلند کیا اور لال قلعہ کی عظمتوں سے جس کو سرفراز کیا، آج وہی دیش ہمارے لیے جہنم کدہ بن جائے گا؟ کسے معلوم تھا کہ وہ مدارس جن کے چمن میں پیار ومحبت کے پھول کھلتے ہیں، جہاں اتحاد واتفاق کی ہوائیں چلتی ہیں، جن میں پلنے والے مجاہدین نے خون وجگر سے عروس آزادی کی حنا بندی کی اور غاصب انگریز کے چنگل سے مادر وطن کو آزاد کرانے میں اپنے تن من دھن کی بازی لگادی تھی، آج کی ناپاک اور سازشی حکومت اسے دہشت گردی اور آئی ایس آئی کا اڈہ قرار دیکر ان سے پیدا ہونے والے افراد کو دہشت گرد اور شدت پسند جیسے القاب سے نوازے گی؟

معلوم اگر ہوتا انجام، محبت کا ☆ نہ دل ہی دیا ہوتا، نہ پیار کیا ہوتا

کیسے معلوم تھا کہ جس دیش کے باشندوں کی ہم نے آٹھ صدیاں شاندار پرورش وپرداخت کی اور ہماری عطا کردہ آزادی کی بدولت مہاویر چیتن جی، گوشائین، گرونانک بابا سورداس اور بانکارام جیسے مبلغ ہندومت پیدا ہوئے، آج اسی دیش میں اشوک سنگھل جیسا شتعال انگیز مقرر، بال ٹھاکرے جیسا فتنہ پرور اور اڈوانی جیسا زہریلا ناگ پیدا ہوگا؟ کسے معلوم تھا کہ وہ خواتین جنھیں ہم نے شوہروں کی چتا پر جلنے سے بچا کر حیات نو بخشی تھی آج وہی اوما بھارتی جیسی زہر افشانی کرنے والی ناگن بن کر نمودار ہوگی؟ کسے معلوم تھا کہ اپنے دور حکومت میں جس دیش کے باشندوں کو ہم نے بڑے بڑے منصب اور اونچے اونچے عہدے عطا کر کے ان کا سر فخر سے بلند کر دیا تھا آج اسی دیش میں ہمیں تمام سرکاری اعانتوں سے محروم کر دیا جائے گا؟

احساس اگر ہوتا انجام اس شفقت کا ☆ گہوارہ مادر میں نمک تم کو چٹا دیتا

امت اسلامیہ کے سپوتو! موجودہ ہندوستان کے یہ حالات، ہمارے احساس مذہبی، دینی حمیت اور ہمارے عقیدۂ توحید کو چیلنج کر رہے ہیں، کہ اگر تمہیں عزت کی زندگی گذارنی ہے، اگر تجھے اپنی ماؤں کی عفت وعصمت کا پاس ولحاظ رکھنا ہے، اگر تجھے عبادت گاہوں سے

Scanned by CamScanner

پیار اور مکاتیب ومدارس کی فکر ہے تو آ! قومیت ووطنیت اور بغض وعداوت کی زنجیریں توڑ کر ایک وحدت ملی کے اندر جذب ہوکر بقاوارتقاء کی جنگ لڑ، اور ماضی کی تباہی پر نوحہ خوانی کے بجائے حالات سے سبق آموز ہو، اپنے ایمان کی حفاظت کی خاطر، اپنی بقاوارتقا کے لیے اپنے اندر ایمان کی وہی صلاح الدین ایوبی اور محمد بن قاسم والی طاقت، دلوں میں ابوبکر وعمرؓ والی یقین کی گرمی، بازؤں میں طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر کی حرکت پیدا کر۔

تمہارا مستقبل تم سے اسی کا مطالبہ کر رہا ہے کیوں کہ ؎

چشم اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری
ہے ابھی محفل ہستی کو ضرورت تیری
زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری
کوکب قسمت امکاں ہے خلافت تیری

☆☆☆

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# نظامت

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے اندازِ بیاں اور

Scanned by CamScanner

# بموقع اجلاس سالانہ سجاد لائبریری

منعقدہ ۱۳؍ جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۲؍ اگست ۲۰۰۲ء بروز جمعرات

## بمقام دارالحدیث تحتانی دارالعلوم دیوبند

حامداً ومصلیا اما بعد:

معزز سامعین کرام، حاضرین مجلس اور عزیز دوستو!

آج کی یہ الوداعی محفل اور اختتامی تقریب؛ جس کے تزک واحتشام پر ہم سب ہی شاداں وفرحاں ہیں، ہمارے لیے کئی اعتبار سے یادگاری اور تاریخی ثابت ہورہی ہے، جس کی خوش کن مہک ایک عمر تک قائم ودائم رہے گی، یہی وہ دارالحدیث کا مبارک ومقدس ہال ہے جس میں ہم نے اپنے تعمیراتی سفر کا آغاز کیا تھا اور بڑے پراعتماد عزم وحوصلے کے ساتھ تمام تر منزلوں کو سر کرنے کا عہد وپیمان باندھا تھا، اس احساس کے ساتھ کہ ہمارا منتہائے سفر ایک طویل عرصے پر محیط ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہمارا سفر اور ہماری منزلیں اتنی سرعت کے ساتھ طے پاگئیں کہ ہمیں احساس تک نہ ہوسکا کہ ہمارا قافلہ اپنی آخری منزل کے آخری پڑاؤ میں قدم رکھ چکا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جب آپ کے جذبوں نے انگڑائیاں لیں اور آپ کے پیہم تقاضوں نے ہمیں مہمیز کیا تو ہمیں احساس ہوا کہ سویرا ہوچکا ہے اور اسی صبح، سویرے

Scanned by CamScanner

کے استقبال کے لیے رنگ برنگ کی کلیاں کھل پڑی ہیں، جن کی رعنائیوں سے محفوظ ہونے اور ان کو سراہنے کے لیے ہم اور آپ یہاں جمع ہوگئے ہیں۔ آج کے اس زعفران زار ماحول میں وہ گل ولالہ ان کے محافظین اور ان کے مالیں آپ کا پرتپاک استقبال کرتے ہیں اور تہہ دل سے شکر گذار ہیں کہ آپ نے قدم رنجہ فرما کر ان کے چمن کی رونق بڑھادی ہے۔ گویا:

پھر اس انداز سے بہار آئی
کہ ہوئے مہرومہ تماشائی
دیکھو! اے ساکنان خطۂ پاک
اس کو کہتے ہیں محفل آرائی

بزم سجاد کا یہ اختتامی اجلاس ہے، کاروانِ سجاد کے مسافروں نے اپنے ایک سالہ سفر میں جو کچھ حاصل کیا ہے، اس کا ایک جلوہ آپ دیکھیں گے اور مسرت وشادمانی محسوس کریں گے کہ پختہ کاروں کی جلوہ سامانی ہے اور منجھی ہوئی زبانوں کا رواں دواں آبشار جاری ہے۔

دوستو! زبان وادب کی اس محفل میں شریک ہونے کے بعد یقیناً آپ دوٹوک لہجے میں فیصلہ کرنے پر آمادہ نظر آئیں گے کہ ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کی عکاس اور اقدار وروایات کی پاسبان اردو زبان کی خدمت کا سہرا کن کے سر جاتا ہے اگر آج اردو کے نام پر سرکار سے کروڑوں روپے وصول کرنے والے اردو کے نام نہاد چند ٹھیکیدار یہ دعوے کررہے ہیں کہ ہم ہندوستان کی لسانیاتی معرکہ آرائی میں اردو کے تحفظ وبقا کی جنگ لڑرہے ہیں تو آج ہمارے اس پروگرام کو سننے کے بعد آپ اور آپ جیسے انصاف پسند لوگ یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ یہ بوریہ نشیں طلبہ اور ان کے اساتذہ نہ صرف اردو کے تحفظ وبقا کی جنگ لڑرہے ہیں بلکہ یہ اردو زبان کے عروج وارتقا کی بھی جنگ لڑرہے ہیں، جس کی شہادت کے لیے یہ کافی ہے کہ جس طرح کل ہم نے چمنِ اردو کو سینچا اور سنوارا تھا اور اتنا پروان چڑھایا تھا کہ اردو رابطہ کی زبان بن گئی تھی، اسی طرح آج بھی تدریس وتعلیم، تصنیف وتالیف اور تحریر وتقریر کے حوالے سے ہماری پیہم کوشش ہے کہ یہ اردو زبان ایک

Scanned by CamScanner

مرتبہ پھر اپنی شان وشوکت اور جاہ وجلال کے ساتھ ہندوستان میں رابطہ کی زبان بن کر ابھرے اور اس زبان کو وہی حیثیت حاصل ہو جو آزادی سے قبل پورے ہندوستان میں حاصل تھی۔ ہمیں امید ہے کہ اگر اردو کے تئیں ہماری کوششیں جاری رہیں تو وہ دن دور نہیں جب گھر سے لے کر بازار تک، مدرسہ سے لے کر اسکول وکالج تک اور چھوٹے چھوٹے سرکاری محکموں سے لے کر پارلیمنٹ تک، یکجہتی کی مثال، پیاری اردو زبان کا ہی شہرہ اور چرچا ہوگا۔ انشاء اللہ۔ چوں کہ اس وقت ملک وملت کو یک جہتی کی ضرورت ہے او رقومی یک جہتی بغیر اردو زبان کو فروغ دیے حاصل نہیں ہوسکتی۔ اگر اس ملک میں اردو زبان باقی نہیں رہتی تو اس ملک میں قومی یک جہتی اور اتحاد ویگانگت بھی باقی نہیں رہ سکتی جیسا کہ خود اردو نے اپنے بارے میں کہا ہے کہ ؎

میں نہ رہی تو ٹکڑے ٹکڑے ہوگا ہندوستان

میں اردو زبان ہوں، میں اردو زبان ہوں!

آج کا یہ مختصر پروگرام بھی اسی اردو زبان کو عروج وارتقا کی راہ پر لانے کی ایسی کوشش ہے، جس میں قدم قدم پر ایک نیا ظہور، ہر دم میں ایک کیف آور سرور اور آپ کی نگاہوں کی تسکین کے لیے ایک تازہ نور موجود ہے کہ جس سے آپ کی طبیعتیں یقیناً مست ومدہوش ہوجائیں گی لیکن یہ سب کچھ ابھی پردۂ سرا میں ہیں، جو آپ کے شوق ورغبت کا امتحان لے رہے ہیں۔

محترم حاضرین اجلاس! ہمارا یہ پروگرام اپنے اختصار کے باوجود نہایت جامع اور دلکش ہے، ہم نے اپنی تمام تر توانائیاں اور کوششیں اسے بہتر سے بہتر شکل دینے کے لیے صرف کردی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہمیں آپ کے تعاون کی ضرورت ہے، آپ نے ہمارا ساتھ دیا تو ہمیں یقین ہے کہ کامیابی قدم چومے گی اور اس کا سہرا آپ کے سر ہوگا، لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ جم کر بیٹھیں اور ہمارا پروگرام پورے شوق ورغبت اور ولولے کے ساتھ سنیں۔

میں اب حسن بزم کی جلوہ سامانیوں اور آپ کی اشتیاق دید کے درمیان زیادہ دیر

حائل نہیں رہنا چاہتا۔ تو لیجیے! ہمارے دلکش اور مختصر پروگرام کا باضابطہ آغاز ہو رہا ہے۔ بزم کی صدارت، محفل کی قیادت اور ہماری رہنمائی کے لیے کس شخصیت گرامی کا انتخاب ہو، اس کی ذمہ داری ہم اپنے ساتھی مولوی عمر فاروق مدھوبنی کے کاندھوں پر ڈالتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ:۔

ڈھونڈتی ہیں جسکو آنکھیں، وہ تماشا چاہیے
چشم باطن جس سے کھل جائے وہ جلوہ چاہیے

موصوف تشریف لائیں اور اپنے حسن انتخاب کا ثبوت دیں۔

☆☆☆

یہ مبارک تجویز صدارت بلاشبہ ہم سب کے دل کی آواز ہے اور اسی آوازِ دل کا اظہار کریں گے مولوی توقیر عالم سمستی پوری

☆☆☆

نہ موجوں کا ہمیں خطرہ نہ طوفانوں کا اندیشہ
جس کشتی میں ہم بیٹھے ہیں اسکے ناخدا تم ہو

اب ہم صدر محترم، اساتذہ کرام اور مہمان عظام کی اجازت سے اجلاس کا باضابطہ آغاز کرتے ہیں، ہماری بزم کا حسن آغاز تلاوت کلام اللہ سے ہوگا، جو پوری انسانیت کے لیے سب سے بڑا قیمتی سرمایہ ہے اور جس کا حرف حرف رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے، جس کی ہر بات اعجاز خدائی کا شاہ کار ہے، جس کی بلاغت بھی معجز، معانی بھی معجز، اور تاثیر بھی ایسی معجز کہ دلوں کی دنیا بدل ڈالے، تو آیئے اسی انقلاب آفریں کلام خدا کو پورے شوق و رغبت کے ساتھ سنتے ہیں، ہم درخواست کرتے ہیں خوش الحان قاری حضرت مولانا قاری شفیق الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم سے کہ وہ تشریف لائیں اور ہم سامعین کو تلاوت کلام اللہ سے محظوظ فرمائیں۔

☆☆☆

Scanned by CamScanner

ابھی آپ جناب قاری شفیق الرحمٰن صاحب کی وجد آفریں تلاوت کلام پاک سے محظوظ ہو رہے تھے اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ؎

وہ جو آیا تو روشنی آئی
وہ جو آیا تو زندگی آئی
اس کے آتے ہی اک خوشی چھائی
باغ توحید میں بہار آئی

تو آیئے! ہم اپنے آقا، اپنے محبوب، اپنے شفیع حبیب رب العلمین، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہِ رسالت مآب میں اپنی محبتوں اور عقیدتوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے دعوت دیتے ہیں جناب مولوی جاوید اختر کو کہ موصوف تشریف لائیں اور ہم سامعین کو نعتیہ کلام سے محظوظ فرمائیں۔ جناب مولوی جاوید اختر مدھوبنی ڈائز پر۔

☆☆☆

اب ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اپنے ان جذبات واحساسات کا اظہار کریں جو اپنے معزز مہمانان کرام کی آمد پر ہمارے دل کی گہرائیوں سے اٹھ رہے ہیں، جو صرف اور صرف مسرت وشادمانی سے عبارت ہے تو ہم اپنے اسی جذبات واحساسات کے اظہار کے لیے دعوت دیتے ہیں جناب مولوی شاہد حسین کو کہ وہ تشریف لائیں اور ہماری ترجمانی کریں۔

☆☆☆

دوستو! بہار کی تبلیغی جماعت کے امیر اور مشہور شاعر جناب کلیم عاجزؔ صاحب نے بڑے تلخ لہجے میں کہا ہے کہ

قائم ہے سرورِ مئے گلفام ہمارا
کیا غم ہے اگر ٹوٹ گیا جام ہمارا
اتنا بھی کسی دوست کا دشمن نہ ہو کوئی
تکلیف ہے ان کے لیے آرام ہمارا

بھولے سے کوئی نام وفا کا نہیں لیتا
دنیا کو ابھی یاد ہے انجام ہمارا
غیر آکے بنے ہیں سبب رونق
اب آپ کی محفل میں ہے کیا کام ہمارا
موسم کے بدلتے ہی بدل جاتی ہیں آنکھیں
یارانِ چمن بھول گئے نام ہمارا

دوستو! جناب کلیم عاجز صاحب نے اپنے ان اشعار میں ہندوستانی مسلمانوں کی صورت حال اور ہندوستان کے ارباب اقتدار کی مسلمانوں کے تئیں بے مروتی کا جو نقشہ کھینچا ہے، اس کے پس منظر میں ذرا آپ جھانک کر دیکھیں اور اس کا تجزیہ کریں تو آپ کا ضمیر آپ کو اسی انداز سے جھنجھوڑے گا، جس طرح علامہ اقبال کو ان کے ضمیر نے جھنجھوڑ اٹھا اور بے ساختہ کہلوادیا تھا کہ ؎ نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو! اس مصرعہ کے ذریعہ انہوں نے کیا کہنا چاہا ہے اور اس مصرعہ میں کتنا تلاطم برپا ہے تو آیئے! اسی دعوت فکر و عمل کو سنتے ہیں ایسے مقررِ زبانی، جن کے بارے میں مشہور ہے کہ ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

اس سے مری مراد مولوی ندیم اشرف دربھنگوی ہیں۔ موصوف تشریف لائیں اور ہم سامعین کو اپنے زوردار خطابت سے نوازیں۔

☆☆☆

میں آپ کو ایک مرتبہ پھر بتلادوں کہ ہمارا پروگرام بہت ہی مختصر ہے، لیکن اس کے باوجود اس پروگرام میں آپ کی دل چسپیوں کے تمام سامان فراہم ہیں، چنانچہ آپ کی تسکین کی خاطر سابقہ روایت کے مطابق امسال بھی کوئز کا پروگرام رکھا گیا جو حضرت شیخ الہندؒ کی حیات و خدمات کی بابت ہے۔ اسی کوئز کی پہلی کڑی لیکر پہنچ رہے ہیں مولوی ارشد فیضی۔

Scanned by CamScanner

☆☆☆

محترم سامعین ! ایک موقع پر بزرگ مجاہد آزادی حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحی دامت برکاتہم نے فرمایا تھا کہ ’’میں نے آزادی کی لڑائی لڑی ہے، میں نے آزادی کی جنگوں کو دیکھا ہے، میں نے اس کی مصیبتیں جھیلیں ہیں، مجھے خوب اندازہ ہے کہ اگر جنگ آزادی میں علمائے کرام حصہ نہ لیتے اور ان کی چھاؤنیاں مدارس اسلامیہ نہ بنتیں تو اس ملک کی آزادی کا خواب کبھی بھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوتا‘‘۔

مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج اسی بزرگ مجاہد آزادی اور ان جیسے ہزاروں آزادی کے پروانوں کی چھاؤنیوں کو دہشت گردی کا اڈہ بتلایا جارہا ہے، وہ مدارس اسلامیہ جو پر امن، باعزت اور تعلیم یافتہ شہری پیدا کرنے کی ضمانت لیتے ہیں، آج ان ہی مدارس کو ملک کی سالمیت کے لیے خطرہ بتایا جارہا ہے۔ یہ کیسا انصاف ہے! کہ وہ تعلیمی ادارے، جو قوم وملت کو مفت تعلیم دے رہے ہیں اور نادار کمزور بچوں کی اپنے بل بوتے پر کفالت کر رہے ہیں، آج ان تعلیم گاہوں پر حکومت کا الزام ہے کہ وہ بنیاد پرست افراد تیار کرتے ہیں۔ آخر حکومت چاہتی کیا ہے؟ **اس کی نیت کیا ہے؟** اور ارباب مدارس پر ایسے نازک حالات میں کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے تو آیئے ان ہی سب موضوعات پر ایک انقلابی تقریر سنتے ہیں مولوی عمر فاروق کی زبانی جن کی تقریر کا عنوان ہے مدارس اسلامیہ حکومت کے شکنجے میں حل کیا ہے؟ مولوی عمر فاروق ڈائز پر۔

☆☆☆

میں آپ کو بتلاتا چلوں کہ ہمارا پروگرام اپنے آخری مرحلے میں داخل ہو چکا ہے، کچھ ہی دیر میں آپ کے سامنے مکالمہ پیش کیا جانے والا ہے لیکن اس سے قبل دو چھوٹی چھوٹی چیزیں تو لیجیے! سلسلۂ سوالات کی دوسری کڑی لے کر پہنچ رہے ہیں مولوی محمد احمد اللہ چترادی۔

☆☆☆

دوستو! اگر آپ نے اب تک کی گئی تقریروں پر غور کیا ہوگا تو آپ نے بخوبی اندازہ لگایا ہوگا کہ یہ تمام مسائل یوں ہی نہیں پیدا ہوئے، بلکہ ایک بنیادی غلطی کے سبب پیدا ہوئے ہیں اور وہ بنیادی غلطی یہ ہے کہ ہم نے ہر راہ میں باہم اتحاد کی جگہ انتشار اور اتفاق کی جگہ افتراق کو جگہ دے دی ہے اور خدائی فرمان وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا کو پس پشت ڈال دیا ہے، حالانکہ شیرازہ بندی ہماری کامیابی کے لئے اوّلیں شرط ہے۔ امت اسلامیہ کو اس نازک حالات میں کس قدر اتحاد و اتفاق کی ضرورت ہے تو آیئے! اسی موضوع پر ایک اور تقریر سنتے ہیں اپنے آخری مقرر مولوی عین الحق امینی کی زبانی۔ موصوف تشریف لائیں۔

☆☆☆

دوستو! اس سے قبل کے آپ کے سامنے اس پروگرام کا سب سے کلیدی عنوان اور آپ کی دل چسپی کا سامان ”مکالمہ“ پیش کیا جائے، ماحول کو زعفران زار بنانے کے لیے سوز وجذب اور نغمہ و ترنم کا گلدستہ لے کر آپ کے سامنے آرہے ہیں مولوی شکیل احمد، جن کے بارے میں ہمارا تجربہ ہے کہ ان کی نغمگی اور گنگناہٹ سے یہاں کی فضا خوشبوؤں سے مہک اٹھتی ہے، میں موصوف سے التماس کروں گا کہ وہ آئیں اور ہمارے لیے ذوق سماع کا کچھ سامان فراہم کریں۔ جناب مولوی شکیل احمد ڈائز پر۔

☆☆☆

اب آپ سے وعدے کے مطابق مکالمہ پیش کیا جارہا ہے جس کا عنوان ہے ”ممبئی ہائی کورٹ کا فیصلہ اور مسئلہ طلاق“ دوستو! میں آپ کو بتا تا چلوں کہ ممبئی ہائی کورٹ کی اورنگ آباد بنچ نے ابھی حال ہی میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو بلا عذر شرعی طلاق دیتا ہے تو وہ طلاق عدالت کے نزدیک مستند نہیں قرار دی جائے گی، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ

عدالت عظمیٰ کے نزدیک ایسی طلاق معتبر قرار نہیں دی جائے گی حالاں کہ یہ فیصلہ اسلامی نقطہ نظر سے درست نہیں کیوں کہ طلاق ہر حال میں اپنا اثر کر جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عدالت کے اس فیصلہ پر علمائے کرام نے شدید ردِ عمل کا اظہار کیا ہے۔ آپ کو آج کے مکالمہ میں یہ سب کچھ ملے گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آپ دیکھنے سے زیادہ مکالمہ کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اطمینان وسکون کا ماحول بنائے رکھیں۔ تو لیجئے! اب آپ کے سامنے حاضر ہو رہے ہیں مکالمہ میں حصہ لینے والے طلبہ۔

☆☆☆

سامعین کرام! الحمدللہ ہم طلبہ کا پروگرام بحسن وخوبی اختتام کو پہنچا اور اب ہمارے پروگرام کا اصل دور شروع ہونے جا رہا ہے جو پورے پروگرام کا حاصل ہے میں بلا کسی تاخیر کے اس شخصیت گرامی کو دعوت خطاب دینے جا رہا ہوں جن کا مشغلہ قدم قدم پر علم کے چراغ روشن کرنا ہے، جن کی ذات نیکی وشرافت حق شناسی اور حق گوئی کا مظہر ہے جن کی کڑی آزمائشوں نے ان کی زندگی میں نکھار، ان کی زبان میں تاثیر اور ان کی تحریر میں سوز پیدا کر دیا ہے ان خوبیوں کے پائے جانے کی وجہ سے مجھے کہنے میں کوئی باک نہیں کہ ؎

نطق کو ناز ہے تیرے لب اعجاز پر
شاہد مضمون تصدق ہے تیرے انداز پر

اس سے میری مراد اس اجلاس کے مہمان خصوصی خانقاہ رحمانی مونگیر کے سجادہ نشیں حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی ذات گرامی ہے، حضور والا سے نہایت ادب واحترام کے ساتھ درخواست ہے کہ ہم طلبہ کو اپنے کلمات عالیہ سے مستفیض فرمائیں۔

☆☆☆

دوستو! مجھے خوب احساس ہے کہ آپ صدر اجلاس حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب مدظلہ العالی نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے روح افزا جام خطابت سے سیراب ہونے کے لیے بے چین اور بے قرار ہیں تو میں بلا کسی تمہید کے حضور والا سے بصد عز واحترام

Scanned by CamScanner

درخواست کرتا ہوں کہ ہم سامعین کو اپنی قیمتی نصائح سے مستفیض فرمائیں۔

☆☆☆

اب آخر میں سرپرست بزم سجاد حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحی دامت برکاتہم مفتی دارالعلوم دیوبند سے نہایت مؤدبانہ درخواست ہے کہ حضرت والا دعا فرما کر جلسہ کو اختتام تک پہنچادیں۔

تمت بحمد اللہ

Scanned by CamScanner